دعوت الی اللہ میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ابو الاعلیٰ مودودی کے منہج میں فرق

فضیلۃ الشیخ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ

(سابق صدر شعبۂ سنت، مدینہ یونیورسٹی)

ترجمہ: طارق علی بروہی

مصدر: کتاب منہج الأنبیاء فی الدعوۃ الی اللہ فیہ الحکمۃ والعقل۔

پیشکش: توحیدِ خالص ڈاٹ کام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ حفظہ اللہ اپنی کتاب میں داعیان کی مختلف فکری سمتیں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

دعوت الی اللہ میں ابو الاعلیٰ مودودی کا منہج

اس مکتبۂ فکر کے بڑے قائدین میں سے ایک ابو الاعلیٰ مودودی ہیں![1] ان پر بہت ہی کڑے مؤاخذات ہیں جن کے تعلق سے ہر وہ مسلمان جو اللہ سے ڈرتا ہے اور اس اسلام کی عزت کرتا ہے خاموش نہیں رہ سکتا، وہ اسلام کہ جس نے اپنے متبعین کے لئے محض شخصیات اور ان کے افکار کے تقدس کو پسند نہیں کیا۔ ان مؤاخذات میں سے چند یہ ہیں:

1- انہوں نے اپنی دعوت کا آغاز وہاں سے نہیں کیا، جہاں سے انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی دعوت کا کیا تھا۔ یعنی توحید اور صرف اللہ کے لئے عبادت کو خاص کرنے کی دعوت، اور شرک اور اس کے مظاہر کی مخالفت سے، حالانکہ جس ملک میں ان کا جنم ہوا تھا وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا اللہ کی تمام سرزمینوں سے بڑھ کر سخت محتاج تھا، اور اس کے دواعی وتقاضے انتہائی وافر مقدار میں وہاں پائے جاتے تھے۔

---

[1] دیکھیں رسالہ "الشقیقان المودودی والخمینی" (مودودی خمینی بھائی بھائی) جس میں آپ ان کے بعض منحرف عقائد ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ (ص 17) اور ان کے رافضیوں (شیعہ) کے ساتھ مشابہت اور ان کے مذاہب کی خدمت اور شیعہ زعماء کا اس بات کا اعتراف وغیرہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ (ص31، 32)

وہ (یعنی ہندوستان) ایک وثنیت وبت پرستی میں ڈوباہوا ملک ہے، جس میں اوثان، گائے، پتھر، بندر حتی کہ عورت کی شرم گاہ تک کو پوجا جاتا ہے، چناچہ وہاں وثنیت وبت پرستی کی گھٹیاترین، بدترین وقبیح ترین انواع واقسام پائی جاتی ہیں۔

اور تو اور اس ملک کے مسلمان بھی سوائے ایک قلیل تعداد کے اسلام اور توحید کے صحیح فہم سے تمام لوگوں سے بڑھ کر بہت دور ہیں۔ اور ان کے عقائد بھی اپنے بت پرست پڑوسیوں (ہندوؤں) کے عقائد سے بڑی حد تک متاثر ہیں۔ کتنی ہی بار دیکھنے والا یہ دیکھتا ہے کہ ایک طرف بت پرستوں کا عبادت خانہ (مندر) ہے تو اس کے مقابل ہی مسلمانوں کا مزار ہے، جس میں ایک پکی قبر ہے جو پھولوں سے لدی ہوئی ہے، جس پر ریشمی چادریں تنی ہوئی ہیں، عود بخور کا دھواں اٹھ رہا ہے، اور مسلمان اس کے آگے نہایت ہی خشوع وخضوع، تعظیم وتکریم سے جھکے ہوئے ہیں اور ساتھ میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ غیب جانتے ہیں اور کائنات میں تصرف کرتے ہیں[2]۔

کیا آپ کو لگتا ہے کہ روئے زمین پر تاریخ کے ماضی، حال اور مستقبل میں اس ملک سے زیادہ اور کوئی ملک اللہ کی توحید کا محتاج ہو سکتا ہے؟!!

2- انہوں نے سیاسی گوشے کا اہتمام کیا اور اپنی دعوت کا ایک بہت بڑا حصہ اسی کے لیے وقف کر دیا اور اسے اتنی عظمت بخشی جتنی کہ اسلام نے اور امت کے علمائے سلف، محدثین، فقہاء ومفسرین نے اس گوشے کو نہیں دی، اور اپنے اور اپنے متبعین و پیروکاروں کو وہ مقصد عطاء کیا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور نہ ہی ان کے متبعین کے لئے مقرر کیا اور نہ ہی انہیں اس کا مکلف کیا، کیوں کہ یہ انسانی طاقت سے باہر کی چیز ہے۔

دین کی غایت اللہ کی عبادت اور اس کے لیے اخلاص اپنانا ہے نا کہ امامت

مودودی اس مقصد کی تعبیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الف: ''ہماری کتابوں اور رسائل سے آپ پر یہ بات واضح ہو گئی ہو گی ہمارا آخری مقصد جس کے لئے ہم یہ تگ ودو کر رہے ہیں، وہ قیادت کی تبدیلی کی خاطر انقلاب برپا کرنا ہے۔ میری اس سے مراد یہ ہے کہ ہم اس تک اس لئے پہنچنا چاہتے ہیں کہ زمین کو

---

[2] جو شخص یہ کام کرے اس پر مسلمان لفظ کا اطلاق کرنا ہی جائز نہیں الا یہ کہ وہ جہالت میں ایسا کرے اور اس پر حجت تمام نہ ہوئی ہو۔ (شیخ فوزان)

فاسقوں فاجروں کی قیادت کی نجاست سے پاک کر دیں اور اس میں نیک صالح قیادت کا نظام امامتِ راشدہ قائم کریں، اور ہم اس کوشش اور مسلسل جدوجہد کو دنیا اور آخرت میں رب العالمین کی رضا حاصل کرنے کا سب سے بڑا اور کامیاب وسیلہ سمجھتے ہیں"(3)۔

ہر وہ محترم قاری جو عقل مند و ذہین ہو جس نے قرآن مجید یاد کیا ہو اور صبح شام اس کی تلاوت کرتا ہو، اور اول تا آخر پیغمبروں کی دعوت پر غور و فکر کرتا ہو تو وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ مقصد انبیاء کرام علیہم السلام کا نہیں تھا اور نہ ہی ان کی محنتیں اس مقصد کے لئے تھیں، اور نہ ہی اس کے لئے محنتیں اور کوششیں اللہ کی رضا کا سب سے بڑا اور کامیاب ذریعہ ہیں۔ بلکہ رب تعالی کی رضا کا سب سے بڑا اور کامیاب ذریعہ انبیاء کرام کے اس نقش قدم کی پیروی ہے جو انہوں نے زمین کو فساد و شرک سے پاک کر کے انجام دیا، نیز اللہ کی رضاجوئی کے سب سے بڑے وسیلے میں سے ایمان اور اس کے معروف ارکان، اسلام اور اس کے مشہور ارکان کی پاسداری بھی ہے۔

استاد مودودی کو اس بات کا مکمل علم اور معرفت تامہ حاصل تھی کہ اہل ہند اسلام کے بارے میں کس جہالت میں مبتلا ہیں اور کس قسم کی بدعات و گمراہیوں میں غرق ہیں۔ وہ یہ بھی اچھی طرح سے جانتے تھے کہ ان مسلمانوں میں ان کے سابقہ ادیان (جیسے ہندومت) کے بہت سے اعتقادات، اخلاق و تقالید باقی ہیں۔ انہوں نے خود اس بارے میں اپنی کتاب "واقع المسلمين وسبيل النهوض بهم" (مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اس سے چھٹکارا پاکر عروج حاصل کرنے کی سبیل) ص128-129 میں دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کی صحیح اسلامی ترتیب میں حکمرانوں کی کوتاہی وناکامی کا ذکر کرنے اور یہ بتانے کے جو تعلیمی ادارے قائم کئے گئے تو وہ بھی ایک مخصوص اعلیٰ یا متوسط طبقے کے افراد کے لئے تھے۔ کہتے ہیں:

"عوام اب تک اسلامی تعلیمات سے مکمل جہالت میں جی رہے ہیں اور اس کے اصلاحی آثار سے بڑی حد تک محروم ہیں۔ ان سب باتوں کا سبب یہ ہے کہ جو غیر مسلم معاشرے و قبائل اسلام میں داخل ہوئے اسلام لانے کے باوجود بہت سے باطل رسوم اور جاہلی عادات جن پر وہ قبل از اسلام عمل پیرا تھے انہیں اسلام لانے کے بعد بھی جاری رکھا اور جو آج تک ان میں جاری وساری ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کے افکار واعتقادات تک مکمل طور پر تبدیل نہیں ہونے پائے جس کی وجہ سے اب تک

---

[3] تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں "الأسس الأخلاقية للحركة الاسلامية": ص16۔

ان میں مشرکین کے عقائد اور ایسی اوہام پرستی موجود ہے جو انہیں ان کے کافر آباءواجداد کے ادیان سے ورثے میں ملی۔ اسلام لانے کے بعد زیادہ سے زیادہ جو فرق ان میں آیا وہ یہی تھا کہ انہوں نے تاریخ اسلام میں کچھ نئے معبودات کا اضافہ کردیا اور اپنے لئے اسی طرح کے نئے معبودات چن لئے جیسے وہ پہلے پوجا کرتے تھے۔ اور اپنے پرانے بت پرستی کے اعمال کے لئے جدید اسلامی اصطلاحات منتخب کرلیں۔ یعنی اعمال سارے جو قبل از اسلام تھے وہی رہے بس ان کا ظاہری رنگ وصورت بدل دی گئی۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اگر آپ اس بات کی گواہی طلب کرنا چاہیں تو اپنے ملک میں سے کسی خاص علاقے کے لوگوں کے جو اسلام لائے موجودہ حالات پر غور کریں اور پھر تاریخ کی طرف پلٹیں اور دیکھیں کہ اس مخصوص علاقے کے لوگ اسلام سے پہلے کس دین پر تھے، تو آپ پائیں گے کہ ان مسلمانوں میں بہت سے اسی قدیم دین کے عقائد واعمال پائے جاتے ہیں الا یہ کہ انہیں نئی شکل اور نیا رنگ دے دیا گیا ہے۔

چناچہ ایسے علاقے جہاں اسلام سے پہلے مثلاً بدھ مت دین ہوا کرتا تھا لوگ بدھا کے آثار کی عبادت کیا کرتے تھے جیسے اس کے دانتوں میں سے کوئی دانت یا اس کی ہڈیوں میں سے کوئی ہڈی یا اسی طرح کی اور چیزیں جن کی لوگ عبادت کرتے تھے اور ان سے تبرک لیا کرتے تو آپ آج ضرور پائیں گے کہ اس علاقے کے لوگ نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک سے یا قدم کے آثار سے یا پھر مسلمانوں میں سے عبادت گزار نیک وصالح بزرگوں کے آثار سے تبرک لے رہے ہوں گے۔ اس طرح سے آپ بہت سی مروجہ رسومات وعادات کو جن قبائل نے اپنے اسلام میں داخل کر رکھا ہے کا معائنہ کریں اور پھر اسی جگہ کی غیر مسلم قوموں میں مروجہ رسوم وتقالید کا مشاہدہ کریں گے تو ان دونوں میں بہت کم ہی فرق محسوس ہوگا۔

کیا یہ سب اس بات کا منہ بولتا ثبوت نہیں کہ گزشتہ صدیوں سے جن کے ہاتھ میں مسلمانوں اور ان کے اجتماعی معاملات کی زمام کار تھی وہ اپنے اس فریضہ کی ادائیگی میں حد درجہ کوتاہی کے مرتکب ہوئے ہیں، اس طور پر کہ انہوں نے کوئی مدد ومعاونت کا ہاتھ نہ بٹایا ان لوگوں کے ساتھ جو انفرادی طور پر نشر اسلام کی جدوجہد کررہے تھے" (مودودی کا کلام ختم ہوا)۔

میں یہ کہتا ہوں کہ: مودودی کو مکمل طور پر اپنے ملک کے حالات اور اس کی تاریخ کا علم تھا اور کس طرح سے وہاں کے مسلمانوں کے عقائد اپنے بت پرست اسلاف بلکہ معاصرین سے متاثر ہیں اور پھر ساری ملامت مسلمانوں کے گزرے ہوئے حکمرانوں پر ڈال دی کہ وہ اسلام کی نشرواشاعت میں کوتاہی کا شکار رہے اور جو لوگ انفرادی طور پر نشر اسلام اور اسلام میں داخل ہونے والوں کی تربیت کا کام کررہے تھے ان کے ساتھ بھی کوئی تعاون کا ہاتھ نہ بٹایا۔ ان کا اس قدر گہرا ادراک تو اس بات کا تقاضہ کرتا

تھا کہ وہ توحید، اللہ تعالی کے لئے عبادت کو خالص کرنے اور عقائد پر توجہ مرکوز رکھنے کی دعوت کے سلسلے میں منہج انبیاء کو اختیار کرتے یہاں تک کہ ان مسلمانوں کو ہندوانہ یا بدھ مت وغیرہ کے پلید شرکیہ عقائد سے نجات دلاتے۔ بلکہ انہیں تو یہ چاہیے تھا کہ اگر وہ داعیان توحید کی قیادت نہیں کرسکتے تھے تو کم از کم ان کی مدد کرتے اپنی تمام دعوت و تالیف کی قوت اور اپنے متبعین کو اس میدان کے لئے تیار کرنے کے ذریعے، بجائے اس کے کہ اپنی تمام توانائیاں وطاقتیں سیاست و اقتصاد کے میدان میں کھپا دیں۔ اگر یہ لوگ جو کچھ سیاست و اقتصاد پر انہوں نے لکھا ہے سب پر مکمل ایمان رکھتے ہوئے بھی فوت ہوگئے تو کیا یہ انہیں اس وثن و بت و قبر پرستی سے بچاسکتے ہیں جس میں وہ مبتلا ہیں؟ اور کیا یہ انہیں جہنم کی آگ سے بچاسکیں گے؟۔

علاوہ ازیں کن لوگوں کے ساتھ مل کر صالح امامت راشدہ قائم کریں گے حالانکہ حال یہ ہے کہ انہوں نے اپنی جماعت اور تنظیم کے دروازے ہر ایک کے لئے کھول رکھے ہیں۔ چناچہ ان کا دروازہ سب کے لئے کھلا ہے خواہ وہ غالی قبر پرست بریلوی ہو یا رافضی، دیوبندی ہو یا سلفی[4] یعنی صحت مندوں کے ساتھ مریضوں کا اختلاط کیا جارہا ہے تو نتیجہ کیا نکلے گا وہی جو نکل رہا ہے کہ مرض بڑھ جائے گا اور اس کے جراثیم صحت مند افراد کو بھی پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیں گے، یا پھر کم از کم توحید و سنت کی دعوت اور شرک و بدعات کے خلاف جنگ سے ان کی زبانوں کو اور کتابت سے ان کے قلموں کو مفلوج کردیں گے۔ یہ نتیجہ ہے ایسے اجتماع اور ایسے مناہج کا جو ان کے لئے انہوں نے مقرر کیا ہے۔

کیا پھر ان جیسے لوگوں سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ یہ زمین کو فساد سے پاک کرکے ایک صالح امامت راشدہ کا نظام قائم کریں گے اور ایسی کامیابی پالیں گے جو مودودی کے بقول خلفائے اربعہ کے بعد اصحاب محمد ﷺ اور جلیل القدر مہاجرین وانصار کی

---

[4] یہ بات جو ہم بتارہے ہیں اس جماعت کے تعلق سے مشہور و معروف ہے اگر کوئی نہیں جانتا تو ہم ایک دلیل بطور مثال پیش کئے دیتے ہیں: پاکستانی روزنامہ اخبار "جنگ" نے بتاریخ 25 اپریل، 1984ع کو کراچی میں محمود الشام کا نائب امیر جماعت اسلامی پروفیسر غفور احمد سے لیا گیا انٹرویو شائع کیا، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ: آپ کی ان لوگوں کے بارے میں کیا رائے ہے جو مذہبی بنیادوں پر جماعت اسلامی سے تعارض کرتے ہیں؟ پروفیسر غفور احمد کہتے ہیں: یہ بات بالکل درست ہے کہ مذہبی جماعتیں بہت سے امور میں ہم سے تعارض برتتی ہیں بلکہ دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ ہمیں مسلمان تک نہیں سمجھتیں، لیکن ان دینی جماعتوں کو چاہیے کہ وہ دین کو اختلافات اور تفرقہ کا سبب نہ بنائیں۔ ہمارے موجودہ حالات تو ایسے ہیں کہ یہ اختلافات مساجد تک میں جنگ و جدل و مخاصمت تک پہنچ چکے ہیں محض عقیدے کی بنیاد پر، حالانکہ جہاں تک جماعت اسلامی کے عقیدے کا تعلق ہے تو اس میں ہر فرقے کے افراد موجود ہیں چاہے اہل حدیث ہوں یا دیوبندی، بریلوی ہوں یا شیعہ۔ خود میں بریلوی عقیدے سے تعلق رکھتا ہوں پر کسی شخص کا بریلوی ہونا اسے جماعت اسلامی میں شمولیت سے ہر گز بھی مانع نہیں۔

اولادیں تک نہ کر سکیں اور اپنے اس قول میں مودودی نے صحابہ ﷺ کے بد ترین دشمنوں اور ان دشمنوں سے دوستی رکھنے والوں کی موافقت کی اور یہ بھی کہا کہ عثمان و علی ﷺ کی خلافت کے بعد حکومت اسلامیہ اسلامی قواعد کے بجائے جاہلیت کے قواعد پر قائم ہو گئی تھی۔

جب ایسے لوگ جن کی تربیت خود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین اور صحابۂ مکرمین نے فرمائی (ان کے بقول) اپنی حکومت کی بنیاد جاہلیت پر رکھتے ہیں تو پھر ایسی جماعت کی جانب سے ہم کس چیز کے منتظر ہیں کہ جو بہت سی مختلف فکر، نظریات وعقائد رکھنے والوں کا انتہائی تعجب خیز اختلاط و ملغوبہ لئے ہوئے اور انبیاء کرام ﷺ کے طریقے سے سب سے دور رہنے والی ہو۔

ب: پھر مودودی لکھتے ہیں:

"افسوس کہ ہم تمام انسانوں بشمول مسلم و غیر مسلم دیکھتے ہیں کہ وہ اس چیز سے غافل ہیں جسے ہم نے اپنا مقصد اور مطمح نظر بنایا ہے۔

مسلمان اس لئے کہ وہ اسے محض ایک سیاسی مقصد شمار کرتے ہیں اور دین میں اس کی کوئی منزلت و اہمیت نہیں سمجھتے، جبکہ غیر مسلم اس لئے کہ ان کی تربیت، اسلام کے خلاف تعصب پر ہوئی ہے۔ اسلام سے ناواقف اور اس کی تعلیمات سے نا آشنا ہونے کے سبب ان کو اس حقیقت کا کچھ پتہ ہی نہیں کہ فاسق و فاجر لوگوں کی قیادت ان تمام بحرانوں و مصائب کی جڑ ہے جس سے نسل انسانی دوچار ہوئی، اس لئے انسانی سعادت اور بھلائی اسی میں ہے کہ دنیا کے تمام معاملات نیک اور انصاف پسند لوگوں کے ہاتھ میں ہوں"۔[5]

میں کہتا ہوں کہ:

استاد (مودودی) نے اپنے اور اپنے متبعین کا جو مقصد متعین کیا ہے وہ اہم تو ہو سکتا ہے لیکن پیغمبروں کی غایت یہ نہیں تھی۔ اس سے بھی بڑا عظیم اور بڑھ کر قابل اہتمام مقصد تمام انسانوں کی ہدایت کا اہتمام کرنا ہے، اور سب کو خواہ طاقتور ہوں یا کمزور توحید کی دعوت دینا ہے اور یہی وہ مقصد ہے جو انبیاء ﷺ اور مصلحین نے کا تھا۔

---

[5] الاسس الأخلاقية:16-17۔

پھر ان کا یہ کہنا کہ:

’’فاسق وفاجر لوگوں کی قیادت ان تمام بحرانوں ومصائب کی جڑ ہے جس سے نسل انسانی دوچار ہوئی‘‘۔

اس کے تعلق سے میں کہوں گا کہ فاسقوں کی قیادت کچھ مصائب کا سبب ہو بھی سکتی ہے، لیکن اس کے ساتھ کچھ اسباب اور بھی ہیں(جو زیادہ اہم ہیں) جیسے قوموں کا اللہ کے ساتھ کفر وشرک اور پیغمبروں کی ہدایات کی نافرمانی۔ جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا﴾ (الاسراء:16)

(جب ہم کسی بستی کو برباد کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں، پھر ان پر فرمان صادر ہوتا ہے، پھر ہم اس بستی کو تہس نہس کر دیتے ہیں)

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ (الشوریٰ:30)

(تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے ہی پہنچتی ہے، حالانکہ وہ بہت سے گناہوں کو تو درگزر ہی کر دیتا ہے)

اور فرمایا:

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا﴾ (الطلاق:8)

(اور کتنی ہی بستیوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے احکام سے منہ موڑا، تو ہم نے بھی اس کا سخت حساب لیا، اور اسے برا عذاب دیا)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ (صرف حکام کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ) حکام ومحکوم امیر وفقیر عوام کے گناہوں کی وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ مصیبتیں نازل کرتا اور بحرانوں میں مبتلا کرتا ہے، کبھی برباد کرنے والی جنگوں کی شکل میں، کبھی ہلاک کرنے والی بیماریوں ،بھوکوں مرنے اور فاقہ کشی کی صورت میں، کبھی بجلی کی کڑک اور سیلابوں کی صورت میں اور کبھی زمین کی برکتیں چھین کر اور

اسے بنجر بنا کر وغیرہ۔

ان تمام کے باوجود ہندوستان میں پائی جانے والی وثن وبت پرستی اللہ تعالی کے یہاں نفرت وخطرناکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ، انبیاء علیہم السلام اور مصلحین امت کی نظر میں حکام کے جور وظلم سے کہیں زیادہ بری اور بدتر ہے۔

اسی لئے ہم ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو یہ دعاء کرتے پاتے ہیں:

﴿وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ. رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ﴾(ابراہیم:35-36)

((الٰہی!) مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا، میرے رب! بلاشبہ انہوں نے بہت سوں کو گمراہ کردیا)

ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے دور میں سب سے زیادہ ظالم، سرکش، اور فسادی حکمران تھا، لیکن آپ نے توحید کی دعوت اور شرک کے مٹانے کو اپنا مقصود بنایا، کیونکہ جب کلمۂ توحید غالب ہوگا، شرک کی آواز ڈوب جائے گی تو حاکموں اور محکوموں کا بھی حال درست ہو جائے گا اور اصلاح ہو جائے گی۔

ج:(مودودی) مزید لکھتا ہے:

"اگر کوئی آج زمین کو پاک کرنا چاہتا ہے اور اس میں فساد کی جگہ اصلاح، اضطراب کی جگہ امن، مدر پدر آزادی کے بجائے پاکیزہ اخلاق اور برائیوں کی جگہ نیکیاں دیکھنا چاہتا ہے تو صرف یہی کافی نہیں کہ لوگوں کو بھلائیوں کی طرف دعوت دے، اللہ کا تقویٰ اور خشیت کی تعلیم دے اور انہیں اخلاق حسنہ کی ترغیب دے، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ جتنے صالح انسانوں کی جماعت تیار کر سکتا ہے کرے، اور ان میں ایک الگ بلاک (Block) جماعتی قوت کا قائم کرے جو ان لوگوں سے زمامِ اقتدار چھیننے کی کوشش کرے جو دنیا میں مسند اقتدار پر فائز ہیں، اور زمین کی گم گشتہ امامت کو واپس لانے کے لئے انقلاب برپا کریں"۔[6]

میں کہتا ہوں اللہ تعالی مودودی پر رحم کرے:

انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی نے بھی اس قسم کی سخت تصریحات نہیں فرمائیں جن کا وہ خود اپنے کو اور اپنے متبعین کو مکلف

---

[6] الاسس الأخلاقية:17-18۔

بنا رہے ہیں کہ ایسے حکمرانوں سے زمام امر چھینی جائے جو اپنی تہذیبوں کی قیادت کر رہے ہیں۔ یہ تو ایک ایسا ناقابل حمل بوجھ ہے جو کہ بیچارے کمزور وناتوانا لوگوں پر ڈالا جا رہا ہے۔

میرے بھائی اللہ تعالی کی اپنے انبیاء کرام ﷩ سے رحمت وشفقت ملاحظہ کرو کہ وہ ہر قوم کے لئے خاص نبی بھیجتا اور انہیں یہ بھی فرما دیتا ہے کہ: تمہارے ذمہ محض میرا پیغام پہنچا دینا ہے، لیکن اگر ایک نوجوان (مودودی کے بقول) اپنا نصب العین اس کٹھن مسئولیت ومشن کو بنالے کہ جس کا مکلف اللہ تعالی نے انبیاء کرام ﷩ تک کو نہیں بنایا، تو اس کی زندگی کا کیا حشر ہو گا؟ اور وہ کیسے اس گھٹن آمیز زندگی کہ جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا کو سر کرے گا؟ جس کا سبب ایک عالم کا قدم پھسلنے کے نتیجے میں اپنے لئے ایسا جدید منہج مقرر کر دینا ہے جو کہ انبیاء کرام ﷩ لے کر آئے اور نہ ہی اس پر کتاب وسنت دلالت کناں ہیں، اور نہ سابقین ولاحقین مسلمان اسے جانتے ہیں۔

انبیاء کرام ﷩ انسانیت کو خیر کی جانب رہنمائی کرنے اور انہیں شرک اور اس کے اسباب کی گندگیوں سے نکالنے آئے تھے۔ انہوں نے اس منہج کو چھوڑ کر صالح انسانی عناصر کو جمع کرکے دنیاوی تہذیبوں کی قیادت کرنے والی سلطنت وزمام کار کو چھیننے میں مشغول نہیں کیا۔ بلکہ وہ صحیح عقیدے اور خیر وبھلائی پر لوگوں کی تربیت فرمایا کرتے تھے، پھر اگر لوگ ان کی دعوت قبول کرتے اور انہیں کوئی سرزمین میسر آتی تو وہاں سے وہ جہاد فی سبیل اللہ کا علم (پرچم) بلند کرتے اور لوگوں سے اس بات پر جہاد کرتے کہ وہ "لا الہ الا اللہ" (اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں) کا اقرار کریں اور کلمۂ توحید کا اعلان کرکے شرک اور اس کی مضرت رسانی وگندگی سے بیزاری کا اظہار کریں۔ اور اگر ان کے متبعین اس درجے ومستوی تک نہیں پہنچ پاتے تو انہوں نے کبھی بھی زمین کے جابر حکمرانوں کو اس قسم کی اعلانات ودھمکیاں نہیں دیں اور نہ ہی اپنے کمزور پیروکاروں کو ایسے مصائب وفتنوں کی نظر کیا اگرچہ وہ عظیم ترین امانت کے پاسدار اور سب سے برتر اسلامی اصول وبنیاد یعنی توحید کی جانب دعوت دینے والے تھے[7]۔

ان بے چاروں کا آخر کیا بنے گا جنہوں نے پیغمبروں کے طریقے سے منہ موڑا اور سب سے بڑی بیماری (شرک) کو امت میں

---

7 مسلمان ممالک میں جاری حکومت مخالف انقلابات اور خون خرابہ وبربادی کو آج بھی دیکھا جاسکتا ہے، جسے یہ ظالم "ربیع العربی" کا نام دیتے ہیں یعنی بہار کا حالانکہ یہ خزاں وبربادی کے سوا کچھ نہیں۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

چھوڑ دیا۔ اس کو دفع کرنے کا کوئی پروگرام ان کے منشور میں نہیں، اور پھر یہ صالح عناصر کا ایک مضبوط بلاک (Block) بنانا چاہتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے وہ اپنے منزل مقصود اور مطمح نظر کو حاصل کرسکیں؟!!

للہ! ذرا بتائیں کہ جب ہم عقیدے، تربیت اور دعوت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج سے ہٹ گئے تو پھر یہ صالح عناصر کہاں سے وجود میں آئیں گے؟ کیا یہ ہمارے لیے آسمان سے ٹپکیں گے؟!!

د: پھر استاد مودودی لکھتے ہیں:

"قیادت اور لیڈری انسانی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ اور اصل الاصول ہے۔ اس مسئلہ کی اہمیت اور خطرناکی صرف موجودہ دور کی ہی نہیں بلکہ قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے۔ بطورِ گواہ یہ کہاوت کافی ہے:

"الناس علی دین ملوکهم"[8]

(لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر رہتے ہیں)۔

اور پھر حدیث میں بھی یہی بات مقرر کی گئی ہے کہ:

(ہر امت کے علماء اور اکابر اس قوم کی بھلائی یا برائی کے ذمہ دار ہیں)"[9]۔

یہ ایک عظیم مفکر کے خیالات ہیں! اللہ کی قسم! اگر میں انہیں کسی سچے انسان کی زبانی بھی سنتا تو اس مفکر کے بارے میں وہم سمجھتا، لیکن میں یا کوئی اور کیا کہے؟ جب کہ یہ ان کی اپنی کتاب "الأسس الأخلاقية للحركة الاسلامية" (اردو ترجمہ تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں) میں ہے، جسے انہوں نے جماعتِ اسلامی کے ارکان، انصار، متاثرین، متفقین اور ہمدردوں کے اجتماع میں آج سے تقریباً چالیس سال پہلے خطاب کیا تھا اور اس خطاب کو کتابی شکل میں ان کے جماعت کے احباب لگاتار پچاس سالوں

---

[8] یہ تو بہت عجیب و غریب استدلال ہے اس حساس مسئلہ کے بارے میں جسے وہ "مسألة المسائل" (تمام مسئلوں میں بڑا اور اہم ترین مسئلہ) قرار دیتے ہیں اس پر ایک عامیانہ کہاوت کو دلیل بناتے ہیں، اور ساتھ میں ایک قول جس کے قائل کا کچھ اتہ پتہ نہیں اور طرہ یہ کہ گویا اسے حدیث سمجھ بیٹھے ہیں۔

[9] الأسس الأخلاقية: 21-22۔

سے برابر شدومد کے ساتھ شائع کرتے ہوئے چلے آرہے ہیں[10]۔

حالانکہ بلاشبہ سب سے اہم مسئلہ تو توحید اور ایمان کا مسئلہ ہے، جسے تمام پیغمبر لے کر آئے اور جس کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں بیان فرمادیا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:25)

(ہم نے آپ سے پہلے بھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اس لئے تم میری ہی عبادت کرو)

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:36)

(اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو)

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ، بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ (الزمر:65-66)

(اور یقیناً تمہاری اور ان پیغمبروں کی جانب جو تم سے پہلے تھے وحی کی گئی تھی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے سب اعمال تباہ ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں ہو جاؤ گے۔ بلکہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر کرنے والوں میں ہو جاؤ)

یہی وہ سب سے اہم ترین مسئلہ ہے جس کی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام اور گمراہ امتوں کے درمیان معرکے پیش آئے اسی کی بنا پر کچھ امتیں غرق کر دی گئی، کچھ کو ملیامیٹ کر دیا گیا، کسی کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور کسی کو بھیانک عذاب سے دوچار کیا گیا۔ ہم

---

[10] ان کی شرعی علم و اصول سنت سے جہالت کا مظاہرہ "روداد مناظرہ، درمیان حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی (ادیب فاضل و منشی فاضل) و مولوی مودودی صاحب امیر و امام جماعت اسلامی (جمال پور، پٹھان کوٹ) برمکان: چوہدری عبدالحفیظ صاحب ایڈووکیٹ، شہر سیالکوٹ" کتابچے میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

گزشتہ صفحات میں اس کے متعلق کئی دلائل دے چکے ہیں تو آپ ان کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔

ھ: پھر کہتے ہیں:

”دین کا حقیقی مقصد، امامت راشدہ وصالحہ کے نظام کا قیام ہے“۔(11)

میں کہوں گا:

دین کا حقیقی مقصد، انس و جن کی تخلیق، پیغمبروں کی بعثت اور کتابوں کے نزول کا مقصد اللہ کی عبادت اور دین کو اس کے لئے خالص کرنا ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات:56)

(میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر صرف اپنی عبادت کے لئے)

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبیاء:25)

(ہم نے آپ سے پہلے بھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اس لئے تم میری ہی عبادت کرو)

﴿الر كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ، أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنَّنِي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ﴾ (ھود:1-2)

(الر، یہ ایک ایسی کتاب ہے، جس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں، پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں، ایک حکیم باخبر (اللہ) کی طرف سے، یہ کہ تم عبادت نہ کرو مگر صرف اللہ کی، بے شک میں تم کو اس کی جانب سے ڈرانے والا خوشخبری دینے والا ہوں)

چونکہ استاد مودودی کا یہ تصور ہے کہ امامت، قیادت اور خلافت یہ دین کا حقیقی مقصد اور انسانی زندگی کے سب سے اہم ترین اور اصل الاصول مسائل ہیں، اس ضمن میں، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ روافض کی امامیہ شاخ سے تعلق رکھنے والے اور امامت

---

[11] الأسس الأخلاقية:22۔

کے تعلق سے غلو کرنے والے ابن المطہر الحلی پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تنقید کا تذکرہ کروں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی حِلّی رافضی پر تنقید

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فصل:

رافضی مصنف کہتا ہے: اما بعد! یہ ایک اچھا رسالہ اور لطیف مقالہ ہے، جو احکام دین کے اہم مطالب اور مسلمانوں کے سب سے عظیم مسئلہ، مسئلۂ امامت سے متعلق ہے۔ جس کے پانے سے کرامت کا درجہ حاصل ہوتا ہے، اور یہ ارکانِ ایمان میں سے ایک ہے جس کے ذریعے آدمی ہمیشہ ہمیش جنت میں رہنے کا مستحق قرار پاتا ہے، اور رحمٰن کے غضب سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے۔۔۔"۔[12]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس پر کئی طرح سے کلام کیا جاسکتا ہے:

1- ایک تو یہ کہ یہ کہا جائے: اس بات کا قائل کہ:

(مسئلہِ امامت احکامِ دین اور مسلمانوں کے مسائل میں سب سے اہم ترین مسئلہ ہے)۔

سنی اور شیعہ مسلمانوں کے اجماع کے مطابق جھوٹا ہے، بلکہ یہ تو کفر ہے، کیوں کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا امامت کے مسئلہ سے زیادہ اہم ہے، اور یہ بات دینی مسلمات و بدیہات میں سے ہے۔

ایک کافر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینے تک مسلمان نہیں ہوتا، یہی وہ دعوت ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ساتھ شروع سے ہی جنگ کی، جیسا کہ کتب ستہ وغیرہ کتابوں میں منقول ہے:

---

[12] المنہاج: 1/20۔

”أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا“[13]

(مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی نہ دیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، جب وہ یہ کریں گے تو انہوں نے اپنے خون اور مال مجھ سے بچا لئے، سوائے اسلام کے حق سے)۔

اور اللہ تعالی نے بھی یہ فرمایا ہے:

﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ (التوبۃ:5)

(جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ وہاں قتل کرو، انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات پر ان کی تاک میں بیٹھو، پس اگر انہوں نے توبہ کی اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی تو پھر ان کا راستہ چھوڑ دو)

اسی طرح آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، جب آپ نے انہیں لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔

اور آپ ﷺ بھی کفار کے ساتھ یہی معاملہ کرتے کہ ان کی خونریزی سے رک جاتے جب وہ اپنے کفر سے توبہ کر لیتے، اور آپ ﷺ نے کبھی بھی ایسے وقت میں امامت کا ذکر تک نہیں کیا۔

نیز اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا آیت کے بعد فرماتا ہے:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ (التوبۃ:11)

(اگر انہوں نے توبہ کی اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں)

پس اللہ تعالیٰ نے توبہ کی وجہ سے انہیں آپس میں دینی بھائی بنا دیا، کیونکہ بلاشبہ عہد نبوی میں جب کفار مسلمان ہوتے تو آپ

---

[13] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

ﷺ ان پر تمام اسلامی احکام نافذ فرماتے، لیکن کسی بھی حال میں ان سے امامت کا کوئی تذکرہ نہیں فرمایا۔

اور نہ ہی کسی اہل علم نے آپ ﷺ سے اس تعلق سے کچھ نقل کیا ہے، نہ خاص نہ عام کچھ بھی منقول نہیں، بلکہ یہ بات دین میں بدیہی طور پر معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی سے بھی اس امامت کے تعلق سے مطلق یا معین طور پر کچھ نہیں فرمایا جب کوئی اسلام قبول کرنے کے لئے آتا، تو پھر یہ دین کے اہم ترین مطالب میں سے کیسے ہو گیا، پھر۔۔۔

2- دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر زمانے میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا امامت کے مسئلہ سے زیادہ عظیم رہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امامت کا مسئلہ کسی بھی وقت نہ اہم رہا ہے اور نہ افضل۔

3- تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ مسئلہ اتنا ہی اہم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ پر اپنے پیچھے آنے والی امت کو اسے بتلانا واجب ہوتا جیسا کہ آپ ﷺ نے نماز، روزہ اور حج کے امور بتلائے، اللہ پر ایمان، اس کی توحید اور آخرت کے دن کے تعلق سے بتلایا۔

یہ بھی معلوم ہے کہ جس طرح ان مذکورہ اصول کو کتاب وسنت میں بتلایا گیا ہے اس طرح کہیں بھی امامت کا ذکر نہیں کیا گیا"۔

آگے چل کر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ جب یہ مسئلہ دین کا سب سے اہم اور افضل مسئلہ ہے تو کتاب اللہ میں اس کا ذکر دوسروں سے کہیں زیادہ ہوتا اور رسول ﷺ اس کا بیان دوسرے امور سے زیادہ فرماتے جبکہ قرآن کریم توحید الٰہی کے ذکر، اس کے اسماء وصفات وآیات اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت کا بار بار تذکرہ کرتا ہے، اسی طرح عبرت وموعظت کے واقعات، حدود فرائض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی ذکر کثرت سے ہے، جب کہ امامت کا اتنا ذکر نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ سب سے اہم اور افضل کو چھوڑ کر دوسری چیزوں سے قرآن بھرا پڑا ہو؟"[14]

4- "چوتھی وجہ: نیز جب اللہ نے اخروی سعادت کا تذکرہ فرمایا تو اس میں بھی امامت کا ذکر غائب ہے، فرمان باری تعالی ہے:

---

[14] المنہاج: 1/21۔

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓىِٕكَ رَفِيْقًا ﴾ (النساء:69)

(جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالی نے انعام فرمایا یعنی نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کے ساتھ، اور یہ کیا ہی خوب رفیق ہیں)

اور فرمایا:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ، وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ (النساء:13-14)

(اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے گا اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور ایسوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے)

جب اللہ تعالی نے آخرت کے خوش نصیبوں کا تذکرہ فرمایا تو بتایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے ہوں گے اور جب عذاب پانے والوں کا تذکرہ کیا تو بتایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے اور حدود الٰہی سے تجاوز کرنے والے ہوں گے۔ اور یہی نیک بختوں اور بدبختوں میں اصل فرق قرار دیا جبکہ اس میں امامت کا کوئی ذکر نہیں۔

اگر کوئی کہے کہ امامت بھی اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری میں داخل ہے ؟!

تو اس سے کہا جائے گا کہ: امامت کی فضیلت کی انتہا زیادہ سے زیادہ نماز، روزہ اور حج جیسے دیگر فرائض کی سی ہو گی جو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں داخل ہے۔ وہ تنہا دین کا سب سے اہم مقصد اور مسلمانوں کا سب سے اہم مسئلہ نہیں بن

سکتی ؟!"(15)

5-"پانچویں وجہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حلّی کا یہ کہنا:

(امامت کا مسئلہ ایمان کا ایک رکن ہے۔ جس کی وجہ سے انسان جنت میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہو گا)۔

جواباً کہا جائے گا:

امامت کو ایمان کے ارکان میں داخل کرنے والے کون ہیں؟ یہ صرف جاہل اور باطل لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اوصاف اور احوال قرآن مجید میں بتلائے ہیں، رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایمان اور اس کے ارکان کا تذکرہ فرمایا ہے، لیکن نہ اللہ نے امامت کو ایمان کے ارکان میں داخل کیا ہے، اور نہ ہی رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے۔ اس سلسلے میں مشہور صحیح حدیث، حدیث جبریل ہے، جس میں جبریل علیہ السلام رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ایک اعرابی کی شکل میں تشریف لاتے ہیں اور آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ایمان، اسلام اور احسان کے تعلق سے سوال کرتے ہیں۔ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جواباً فرماتے ہیں:

"الإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ، قَالَ: وَالإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، قَالَ وَالإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ"

(اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور یہ کہ محمد (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو، پھر فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر آخرت کے دن پر اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لاؤ، (اور یہاں امامت کا ذکر نہیں فرمایا) پھر فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے دیکھ نہیں رہے ہو پھر بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے)۔

[15] المنہاج: 1/28-29۔

اس حدیث کی صحت پر تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے، امام بخاری اور مسلم ﷭ نے متعدد جگہ اس کو ذکر کیا ہے۔ اور ابو ہریرہ ﷜ کی روایت سے یہ حدیث متفق علیہ [16] ہے اور ابن عمر ﷟ [17] کی روایت صرف مسلم میں ہے۔

اور اللہ تعالی نے بھی یہ فرمایا کہ:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ، الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ، اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ (الانفال:2-4)

(بے شک مومن تو وہ ہیں جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، وہی لوگ حقیقت میں مومن ہیں ان کے لئے اپنے رب کے پاس بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور بہترین رزق ہے)

اس آیت میں مذکورہ صفات سے متصف افراد کے مومن ہونے کی گواہی دی گئی ہے، لیکن اس میں امامت کا کوئی تذکرہ نہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ (الحجرات:15)

(بے شک مومن تو صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں پھر شک نہیں کرتے، اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں)

---

[16] أخرجه البخاري، 65- كتاب التفسير: تفسير سورة لقمان، حديث (4777)، ومسلم 1- كتاب الإيمان، حديث (5-7)، وابن ماجة، المقدمة، حديث (64).

[17] أخرجه مسلم، 1- كتاب الإيمان، حديث (1-4)، وأبو داود،34- كتاب السنة، 17- باب في القدر، حديث(4695)، والترمذي (6/5)، 41- كتاب الإيمان، حديث (2610).

مذکورہ آیت میں مذکورہ صفات کے حاملین کے سچے مومن ہونے کی گواہی دی جارہی ہے لیکن امامت کے تذکرے کے بغیر۔

نیز ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (البقرۃ:177)

(نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف کر لئے، بلکہ نیکی یہ ہے کہ بندہ اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لایا، اور اس (اللہ) کی محبت میں (یا اپنے مال کی محبت ہونے کے باوجود) اپنا مال، رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں اور غلاموں کی رہائی میں دیا، اور نماز قائم کی اور زکوۃ دی، اور اپنے عہد کو وفا کرنے والے اور سخت تنگی ومصیبت میں اور معرکوں وجنگوں میں صبر کرنے والے، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں)

یہاں بھی امامت کا ذکر نہیں ہوا۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿الٓمّٓ، ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ، الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ يُنْفِقُوْنَ، وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ، اُولٰٓئِكَ عَلٰي هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۤ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (البقرۃ:1-5)

(الم۔ یہ کتاب (اللہ کی ہے) اس میں کوئی شک نہیں ہے، متقیوں کے لئے راہ دکھانے والی ہے، جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں، جو ان تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں جو تم پر نازل کی گئیں اور جو تم سے پہلے (انبیاء پر) نازل کی گئیں، اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں، یہی لوگ اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)

پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ صفات کے حامل لوگوں کو ہدایت اور فلاح پانے والے لوگوں میں کر دیا، لیکن امامت کا تذکرہ کہیں نہیں کیا۔

اور ہم دینِ محمد بن عبد اللہ ﷺ کے بارے میں یہ بات یقینی اور قطعی طور پر جانتے ہیں کہ جس سے انکار ممکن نہیں کہ جب لوگ اسلام لائے تو آپ ﷺ نے ان کے ایمان کا دارو مدار امامت کی معرفت پر موقوف نہیں رکھا، بلکہ اس امامت کے تعلق سے کوئی تذکرہ تک نہیں فرمایا۔ اگر امامت ایمان کے ارکان میں سے ہوتی تو ضرور آپ اسے بیان فرماتے تاکہ اہلِ ایمان اس کے ذریعے ایمان حاصل کرتے۔

جب یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ایمان میں امامت کی شرط نہیں رکھتے تھے تو پھر اسے ایمان کی شرط قرار دینا اہل بہتان کا کام ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ (ایمان کی) عام نص (دلیل) میں داخل ہے یا اس قبیل سے ہے کہ "ما لم يتم الواجب إلا به"[18]، یا اس پر کوئی دوسرے نصوص و دلائل دلالت کرتے ہیں۔

تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ: اگر ان تمام باتوں کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس کی انتہا یہی ہے کہ وہ دین کے فروع میں سے ایک ہے نہ کہ ایمان کے ارکان میں سے کوئی رکن، کیوں کہ ایمان کا رکن وہ ہے جس کے بغیر ایمان حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ شہادتین ہے، کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہ دے۔

اگر امامت ایمان کے ارکان میں سے ہوتی، جس کے بغیر کسی کا ایمان مکمل نہ ہو تو ضرور آپ ﷺ اس کا کھل کر اعلان فرماتے، تاکہ کسی کے لئے کوئی عذر نہ ہو، جیسا کہ شہادتین، اللہ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت پر ایمان کو بیان فرمایا، پھر ہم یہ کیوں نہیں پاتے کہ لوگ آپ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں لیکن آپ ﷺ ان میں سے کسی پر نہ مطلق امامت

---

[18] یہ ایک شرعی قاعدہ کی طرف اشارہ ہے کہ "ما لم يتم الواجب إلا به فهو الواجب" (جس کام کے بغیر کوئی واجب ادا نہ ہوتا ہو، تو وہ بھی واجب ہو جاتا ہے) جیسے وضوء کرنے کا عام حکم مباح یعنی جائز ہے کہ انسان کبھی بھی کر لے مگر نماز جو کہ واجب یعنی فرض ہے کی ادائیگی بنا وضوء کے ممکن نہیں تو اس وقت وضوء واجب ہو جائے گا۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

کی شرط عائد کر رہے ہیں اور نہ معین"[19]۔

میں یہ کہتا ہوں کہ:

1- میں نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا اس قدر طویل کلام ان کی امامت و جلالت شان اور امت کا آپ کی فہم اسلام کی قوت و گہرائی پر اعتماد، اور آپ کے اخلاص پر یقین کی وجہ سے نقل کیا ہے۔

2- کیوں کہ مودودی اور اس رافضی کا دعویٰ بھی ایک ہی طرح کا ہے، بلکہ سخت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ مودودی کا دعویٰ اس رافضی سے بھی بڑا ہے، کیونکہ اس شیعہ نے امامت کو "احکامِ دین کا اہم مقصد" اور "ایمان کے ارکان میں سے ایک" قرار دیا۔ جبکہ مودودی نے اسے "انسانی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ اور اصل الاصول"، "حقیقی دین کی غرض وغایت" اور "پیغمبروں کا اصل مقصد" قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مزید آگے بیان ہوگا۔

3- اس سے میرا مقصد مسلم نوجوانوں کو نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ اپنے پیغمبر ﷺ کی ہدایت کو مضبوطی سے تھام لیں، انہیں میری نصیحت ہے کہ وہ ربیع اور مودودی کے درمیان موازنہ نہ کریں، بلکہ اس قرآن کے مرتبہ کو بلند کریں جو ان کے رب کا کلام ہے اور اپنے پیغمبر محمد ﷺ کی سنت کا مقام بلند کریں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی انسان کی بات کا موازنہ نہ کریں، چاہے اس کا مقام و مرتبہ کتنا ہی بلند و بالا کیوں نہ ہو، یہی ایمان کا تقاضہ اور اس کی سچائی کی دلیل ہے۔

امامت علمائے اسلام کی نظر میں اور اس کے وجوب پر دلائل

امام ابو الحسن الماوردیؒ فرماتے ہیں:

"امامت نبوت کی نیابت کے لئے وجود میں لائی گئی ہے، تاکہ دین کی حفاظت ہو اور دنیا کا نظام چل سکے، امت میں جو شخص اس کا اہل ہو اسے امام مقرر کرنے کے وجوب پر اجماع ہے۔ اگرچہ کہ اس معاملے میں الاصم نے اجماعِ امت سے ہٹ کر شذوذ اختیار کیا ہے۔ علماء اس بارے میں مختلف ہیں کہ امامت عقلاً واجب ہے یا شرعاً؟ ایک جماعت کہتی ہے کہ عقلاً واجب ہے، کیوں کہ

[19] المنہاج: 1/32-33۔

عقل مندوں کی طبیعت اس شخص کی سرداری کو مانتی ہے جو انہیں ظلم سے نجات دلاتا ہو، جیسا کہ الأفوہ الأودی کہتا ہے:

لا يصلح الناس فوضى لا سراة لهم ولا سراة إذا جهالهم سادوا

(لا قانونیت لوگوں کے لئے درست نہیں، اس طرح کہ ان کا کوئی سردار نہ ہو، نہ ہی اس قوم کا کوئی سردار ہے جس کے جاہل سردار بن بیٹھیں)[گویا کہ وہ سردار کہلانے کے لائق ہی نہیں، ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے]

ایک جماعت کہتی ہیں کہ امامت شرعاًواجب ہے عقلاً نہیں، اس لئے کہ امام ان شرعی امور کو بھی قائم کرتا ہے جس کے بارے میں عقل عبادت کے طور پر بجالانے یا اسے واجب قرار دینے کے موجب نہ بنتی ہو۔ پھر اللہ تعالی کے اس قول کے ذریعے بھی اس کے وجوب پر استدلال کیا جاتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء:59)

(اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولی الامر کی بھی)

فرماتے ہیں: پس اللہ نے ہم پر اولوالامر کی اطاعت واجب کی، اس سے مراد وہ امام ہیں جو ہم پر امیر مقرر کئے گئے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں: ہشام بن عروہ روایت کرتے ہیں ابی صالح سے وہ روایت کرتے ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”سَيَلِيكُمْ بَعْدِي وُلاةٌ، فَيَلِيكُمُ الْبَرُّ بِبِرِّهِ، وَالْفَاجِرُ بِفُجُورِهِ، فَاسْمَعُوا لَهُمْ وَأَطِيعُوا فِي كُلِّ مَا وَافَقَ الْحَقَّ، فَإِنْ أَحْسَنُوا فَلَكُمْ وَلَهُمْ، وَإِنْ أَسَاءُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ“[20].

(میرے بعد تم پر مختلف قسم کے حاکم آئیں گے، کچھ تو نیک ہوں گے جو اپنی نیکیوں کے ساتھ آئیں گے، اور کچھ برے ہوں گے جو اپنی برائیوں کے ساتھ آئیں گے، تم ان کی سنو اور اطاعت کرو ہر اس چیز میں جو حق کے موافق ہے، اگر انہوں نے نیک کام کئے تو انہیں بھی ثواب ملے گا اور تمہیں بھی، اگر انہوں نے برائیاں کیں تو تمہارا ثواب تمہیں ملے گا اور ان کا گناہ ان پر ہو گا)۔

---

[20] سنن دارقطنی 1741، العجم الاوسط للطبرانی 6310، وقال الالبانی فی ارواء الغلیل إسناده ضعيف جدا۔

فرماتے ہیں: جب امامت کا واجب ہونا ثابت ہو گیا تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ فرضِ کفایہ ہے، جیسا کہ جہاد اور علم حاصل کرنا ہے"۔[21]

قاضی ابو یعلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام مقرر کرنا واجب ہے"۔

محمد بن عوف بن سفیان الحمصي کی روایت سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فتنہ اس وقت ابھرے گا جب لوگوں کے معاملات کا ذمہ دار کوئی نہیں ہو گا"۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جب سقیفہ میں اختلاف رونما ہوا اور انصار نے کہا کہ: ہم میں سے ایک امیر ہو گا اور تم میں سے ایک امیر ہو گا۔ تو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے اس بات کی تردید فرمائی۔

بعض نے کہا کہ: بے شک عرب صرف قریش کے اس قبیلے کی صدارت ہی قبول کر سکتا ہے، اور اس تعلق سے کچھ احادیث بھی ذکر کی گئی ہیں۔ اگر امامت واجب نہ ہوتی تو نہ یہ گفت وشنید اور آپس میں مناظرے وجود میں نہ آتے، اور کہنے والا یہ کہہ دیتا کہ: یہ واجب ہی نہیں ہے، نہ قریش کے لئے اور نہ ہی کسی اور کے لئے"[22]۔

امام الحرمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امامت کا مسئلہ (دین میں) فروعی مسائل سے تعلق رکھتا ہے"[23]۔

قارئین کرام! امامت کے مسئلہ میں آپ نے علماء کی آراء کو ملاحظہ فرمایا، کوئی اسے دین کی فروعات میں شمار کر رہا ہے اور کوئی دین کی حفاظت اور دنیا کے انتظام کا ایک وسیلہ گردان رہا ہے، جو اسے واجب شمار کر رہے ہیں ان میں بھی اختلاف ہے کہ یہ

---

[21] الأحكام السلطانية (ص:5-6).
[22] الأحكام السلطانية (ص:19).
[23] مغيث الخلق (ص:9).

شرعاً واجب ہے یا عقلاً؟

ہم بھی اس کے وجوب کا کہتے ہیں لیکن الماوردی رحمہ اللہ نے جو دو دلائل دیے ہیں ان میں سے کسی میں بھی امامت کے لئے کوئی نص نہیں ہے، بلکہ یہ ان امیروں کی اطاعت کے وجوب کا عام حکم ہے جن کی امارت عملاً قائم ہو چکی ہو، اور یہی حال مذکورہ حدیث کا بھی ہے۔ اسی لئے جب ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے دیکھا کہ ان دونوں میں واضح دلیل نہیں ہے تو وہ اسے ٹال گئے۔ بہر حال جس امامت کے وجوب کے دلائل میں اس قدر شدید اختلاف ہو پھر اس کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ: "وہ دین حق کی غایت" اور "انبیاء کے مشن کی غایت" ہے؟۔۔اور آخر تک جو مبالغات اس بارے میں کئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے درجے کو بہت بڑھا چڑھا کہ بیان کیا جاتا ہے اور دین وعقیدے کی شان ودرجے کو کم تر و کمزور کیا جاتا ہے۔

ج: مودودی لکھتے ہیں:

"اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی رسالت کا مقصود ہمیشہ یہی رہا ہے کہ وہ دنیا میں اسلامی حکومت قائم کریں اور اس میں انسانی زندگی کا وہ نظامِ کامل رائج کریں جسے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے تھے"۔[24]

اس ضمن میں، میں یہ کہوں گا کہ:

1- انبیاء علیہم السلام کے تعلق سے کوئی سیاسی نتیجہ از خود نکالنا اور اخذ کرنا جائز نہیں، کیوں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے قصے اور ان کی تاریخ کا تعلق غیبی امور سے ہے جس کے بارے میں سوچنا اور غور کرنا ہمارے لئے جائز نہیں ہے مگر صرف اس وحی کی حدود میں جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کا واقعے کی ابتداء میں فرماتا ہے:

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾

(یوسف: 3)

(ہم تمہیں سب سے اچھا قصہ سناتے ہیں، اس واسطے سے کہ ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن وحی کیا ہے، اور بے شک تم اس سے

[24] تجدید الدین: 34 عربی، ترجمہ: تجدید واحیائے دین۔

پہلے یقیناً بے خبروں میں سے تھے)

اور یوسف علیہ السلام کے واقعے کے اختتام پر فرماتا ہے:

﴿ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ‌ۚ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ اَجۡمَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ وَهُمۡ يَمۡكُرُوۡنَ﴾ (یوسف:102)

(یہ (واقعہ) غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں، ورنہ تم اس وقت ان کے پاس نہیں تھے جب کہ انہوں نے اپنی سازش کی ٹھان لی تھی)

نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

﴿تِلۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهَاۤ اِلَيۡكَ‌ۚ مَا كُنۡتَ تَعۡلَمُهَاۤ اَنۡتَ وَلَا قَوۡمُكَ مِنۡ قَبۡلِ هٰذَا‌ ۛؕ فَاصۡبِرۡ‌ ؕۛ اِنَّ الۡعَاقِبَةَ لِلۡمُتَّقِيۡنَ﴾ (ھود:49)

(یہ (واقعہ) غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تمہاری طرف وحی کر رہے ہیں، اس سے پہلے نہ تو تم اس کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم، تم صبر کرو، بے شک انجام کار متقیوں کے ہی حق میں ہوتا ہے)

اس وقت اپنی طرف سے نتیجہ نکالنے کی حرمت اور سخت ہو جائے گی جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی خبروں کے مخالف ہو۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کے مقصد کو مختصر الفاظ میں ذکر کر کے فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ﴾ (النحل:36)

(یقیناً ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو)

اور فرمایا:

﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ﴾ (الانبیاء:25)

(ہم نے تم سے پہلے بھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو)

کیاانبیاء کرام کا مقصدِ رسالت قیامِ حکومت تھا؟

اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء جیسے نوح، ابراہیم، ھود اور صالح علیہم السلام کے تفصیلی واقعات ذکر کئے۔ ہم نے ان کے منہج سے متعلق پہلے ذکر کیا، اور وہ تمام آیات ذکر کیں جو ان کے منہج و مقاصد کو متعین کرتی ہیں۔ اور وہ تمام کی تمام وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے تذکرے میں مختصر طور پر مجمل ذکر کیا ہے یعنی توحید کی دعوت، شرک اور مظاہر شرک کی تردید، خیر کی دعوت وغیرہ، لیکن نہ قرآن میں اور نہ ہی سنت میں ایسی کوئی دلیل ہے جو مودودی کے اس زعم و گمان کی تائید کرتی ہو جو وہ اپنے اس قول میں بیان کرتا ہے کہ:

"اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی رسالت کا مقصود، اس دنیا میں اسلامی۔۔۔یا۔۔۔(بترجمۂ ندوی)۔۔۔الٰہی حکومت کو قائم کرنا ہے"۔

اگر اس اہم مسئلہ پر کسی کے پاس کتاب و سنت سے کوئی واضح دلیل ہو تو لے آئے تا کہ ہم بھی اسے مانیں اور اتباع کریں۔

2-استاد مودودی نے ایسے دور میں زندگی گزاری جو جماعتی سیاست کے معرکوں کا دور تھا، حکومت حاصل کرنے کی خواہش اور اس کے لئے معرکہ آرائی مشرق و مغرب میں عام تھی، چونکہ آپ بھی ذہنی طور پر اس سے متاثر تھے اور سیاست میں قد آور تھے۔ اس لئے آپ کو بھی یہی لگا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی یہی ضروری ہے کہ وہ حاکمانہ اختیارات حاصل کرنے والے اور سلطنت کی زمامِ کار کے لئے عزم و ہمت کے ساتھ سخت جدوجہد کرنے والے ہوں۔

جیسا کہ ان کا درجِ ذیل کلام اس بات کی تاکید کرتا ہے جو میں کہہ رہا ہوں:

"**کسی نبی کے عمل کی نوعیت:** اسی تہذیب و تمدن کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اللہ تعالی نے اپنے رسولوں کو پے در پے بھیجا، رہبانی و درویشی تہذیب (صوفیت) خواہ جاہلیت کی ہو یا اسلامی کو مستثنیٰ کر کے ہر وہ تہذیب جو دنیا کی زندگی کے متعلق ایک جامع نظریہ اور کاروبارِ دنیا کو چلانے کے لئے ایک ہمہ گیر طریقہ رکھتی ہو، طبعاً اس بات کی طالب ہوتی ہے کہ حاکمانہ اختیارات پر قبضہ کرے اور زمامِ کار اپنے ہاتھ میں لے اور زندگی کا طریقہ اپنے مخصوص طرز پر بنائے۔

حکومت کے بغیر کسی ضابطہ و نظریہ کو پیش کرنا یا کسی حلال و حرام و شریعت کا معتقد ہونا محض بے معنی ہے۔

راہب تو دنیا کے معاملات چلانا ہی نہیں چاہتا، بلکہ ایک خاص قسم کے سلوک سے اپنی خیالی نجات کی منزل تک باہر ہی باہر پہنچ

جانے کی فکر میں رہتا ہے اس لئے اس کو حکومت کی حاجت ہے نہ طلب۔

مگر جو دنیا کے معاملات ہی کو چلانے کا ایک خاص ڈھنگ لے کر اٹھے اور اسی ڈھنگ کی پیروی میں انسان کی فلاح و نجات کا معتقد ہو اس کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ ہی نہیں کہ اقتدار کی چابیوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے، کیوں کہ جب تک وہ اپنے مخصوص طریقے کی تنفیذ پر عمل در آمد کرنے کی طاقت حاصل نہ کرلے وہ حقیقی دنیا میں قائم نہیں ہو سکتا"۔[25]

مودودی دورِ حاضر کے تمدن اور اس کے تمام یا غالب شعبہ جات اور اس کی تفصیلات پڑھنے کے بعد یہ نظریہ رکھتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تہذیب بھی دورِ حاضر کے ملکی و انتظامی ہر شعبہ کو شامل کر لیتی ہے، لیکن وہ جاہلی تہذیب و تمدّن سے مختلف ہوتی ہے، پھر آپ نے یہ نظریہ گھڑ لیا کہ ہر تہذیب کا انسانی زندگی کے لئے ایک جامع نظریہ ہوتا ہے جو تمام دنیوی امور کو شامل کر لیتا ہے اور وہ فطری طور پر اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ تہذیب و تمدّن کو نافذ کرنے کے لئے اقتدار کی کرسی پر قبضہ کیا جائے اور تمام امور کی باگ ڈور ہاتھ میں لے لی جائے۔

(بقول مودودی) اور انبیاء علیہم السلام بھی اسی طرح کی تہذیب و تمدّن لے کر آئے تھے کہ ان کی اس تہذیب کو نافذ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اقتدار پر قبضہ کرکے زمام کار اپنے ہاتھ میں لے لی جائے۔

پیغمبروں کے لئے بھی یہی ضروری تھا کہ وہ سلطنت کی چابیاں چھین لیں، کیونکہ:

"یہی انبیاء علیہم السلام کی رسالت کا منتہائے مقصود ہے کہ وہ دنیا میں اسلامی حکومت قائم کرکے اس پوری نظامِ زندگی کو نافذ کریں جسے وہ اللہ کی جانب سے لے کر آئے تھے"۔

---

[25] (تجدید الدین:32-33، تجدید و احیائے دین:30-31) اس سلسلے میں انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی شہری و تمدنی زندگی کا بیان کیا ہے اور اس میں بہت توسع اختیار کیا ہے جن میں سے بعض باتیں تو برحق ہیں لیکن بعض کے بارے میں ملاحظات ہیں جو ناطق وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے محتاج دلائل ہیں۔ انہی امور میں سے ان کا یہ کہنا ہے کہ: شہری حکومت کے شعبوں میں مناصب و وظائف کی تنظیم کاری، اس کے علاوہ دیگر اصول و قوانین اور ان اصولوں سے تفصیلی قواعد کا استنباط اور نظام عدالت و پولیس واحتساب، محصول (ٹیکس) کی وصولی، شعبۂ اقتصاد اور عوامی لیبر قوانین، صنعت و تجارت اور نظام نشر و اعلان (میڈیا)، تعلیم و تربیت، سرکاری ملازمین کا انتظام، افواج کی ٹریننگ و تنظیم، صلح و حرب اور بین الاقوامی تعلقات و خارجہ پالیسی وغیرہ (یہ کام انبیاء کرام کیا کرتے تھے)۔

قارئین پر یہ واضح ہو گیا ہو گا کہ یہ تمام باتیں فکری اور سیاسی فکر کی پیداوار ہیں، نہ قرآنی دلائل پر قائم ہیں اور نہ احادیث نبویہ پر۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وحی الٰہی کا میدان فکری اور سیاسی ایجادات کا میدان نہیں ہے۔

ان کے خیال میں لوگوں کی صرف دو قسمیں ہیں:

1- ''راہب کی جو خیالی نجات کی منزل تک دنیاوی امور کے باہر ہی باہر سے پہنچ جانے کی فکر میں رہتا ہے۔۔۔ الخ'' حاشا وکلا انبیاء علیہم السلام کا تعلق اس قسم سے ہو، ان سیاست دانوں کی نظر میں دورِ حاضر کے وہ علماء و دعاۃ بھی رہبان کے زمرہ میں شامل ہیں جو سیاسی کشتی پر سوار نہیں ہوتے اور نہ ہی اس کی گہرائیوں میں غوطہ لگاتے ہیں۔ بلکہ دعوت الی اللہ میں منہج انبیاء پر چلتے ہوئے توحید خالص کی دعوت دیتے ہیں، شرک فسق و فجور، بدعات و خرافات سے حکمت اور نصیحت کے ذریعے ڈراتے رہتے ہیں، اگرچہ کہ وہ بھی معصوم عن الخطأ نہیں ہیں۔

2- دوسری قسم ان سیاسی اغراض اور تہذیبی فکر کے حامل لوگوں کی ہے جو اپنی قوم کو تہذیب کی بلندیوں تک پہنچانا چاہتے ہیں، اور اپنی قوم کے لئے ایک طاقتور ریاست کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں[26]۔

انبیاء علیہم السلام تمام لوگوں میں سب سے زیادہ لائق و فائق ہیں کہ وہ اس ''ممتاز طبقہ'' سے ہوں۔

حالانکہ وہ یہ چوک گئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی قسم، ایک خاص قسم ہے، جو نہ پہلے طبقہ میں شمار ہوتی ہے اور نہ دوسرے میں۔ یہ برگزیدہ گروہ جس طرح رہبان کی حماقتوں و جہالتوں سے پاک ہے، اسی طرح سیاست دانوں کی ان حرص و لالچ، مکر و فریب اور شیطانی اسلوب سے پاک اور منزّہ ہے، جن کے ذریعے وہ اقتدار حاصل کرتے ہیں۔ اس مقدس جماعت کے دل حرص و حوس سے سب سے زیادہ پاک، عقل کے اعتبار سے سب سے زیادہ بلند، سب سے زیادہ خوش اخلاق، حسب و نسب اور بنیادی لحاظ سے سب سے زیادہ پاک ہیں۔ اللہ نے انہیں انسانوں کی ہدایت اور انہیں ضلالت و گمراہی سے بچانے کے لئے چن لیا تھا وہ دعوت الی اللہ کے میدان میں پورے اخلاص سے کمربستہ ہو گئے اس کے صلے میں نہ مال کی صورت میں اور نہ جاہ و بادشاہت کی صورت میں بدلہ چاہا، وہ تو محض اللہ کی رضا اور آخرت ہی چاہتے تھے۔ اور اسی کی خاطر اس مقدس گروہ نے وہ مظالم سہے جن پر ان کے

---

[26] اگرچہ کہ وہ توحید سے عاری اور قسماقسم کی بدعات و خرافات پر ہی قائم کیوں نہ ہو۔

علاوہ کوئی صبر نہیں کر سکتا۔

اور کہتے ہیں:

”اسی وجہ سے تمام انبیاء نے سیاسی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی، بعض کی مساعی صرف اس انقلاب کے لئے زمین ہموار کرنے کی حد تک رہیں جیسے ابراہیم علیہ السلام، بعض نے انقلابی تحریک عملاً شروع کر دی، مگر حکومت الٰہیہ قائم کرنے سے پہلے ہی ان کا کام ختم ہو گیا، جیسے عیسیٰ علیہ السلام اور بعض نے اس تحریک کو کامیابی کی منزل تک پہنچا دیا، جیسے موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم“[27]۔

اس تعلق سے میں کہوں گا کہ:

1- انبیاء و رسل کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے بھی زیادہ ہے، ان میں تقریباً پچیس انبیاء و رسل کے حالات اللہ تعالی نے ہم سے بیان کئے ہیں۔ فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ (النساء: 164)

(اور بھی بہت سے رسولوں (کی طرف ہم نے وحی کی) جن کے واقعات ہم نے آپ کو پہلے بیان کئے اور بہت سے ایسے رسولوں (کی طرف بھی) جن کے واقعات ہم نے آپ کو بیان نہیں کئے، اور اللہ نے موسیٰ کے ساتھ بذات خود کلام فرمایا)

نیز ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾(غافر:78)

(ہم نے تم سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جن میں سے کچھ کے قصوں کو تمہیں بیان کیا اور کچھ کے بیان نہیں کئے)

ہم پر ضروری ہے کہ ہم تمام انبیاء و رسل علیہم السلام اور ان کی کتابوں پر مجمل ایمان رکھیں اور جن انبیاء و رسل اور ان کی کتابوں کا

---

[27] تجدید الدین:۳۵

تذکرہ اللہ نے تفصیلی طور پر کیا ہے ان پر بھی تفصیل کے ساتھ ایمان رکھیں۔

اور جن انبیاء کرام اور ان کے قصوں کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے اور اپنے نبی محمد ﷺ کو نہیں بتلایا ہے تو وہ امور غیب میں سے ہے۔

میرے خیال میں ان کی یہ تعبیر کہ:

"اسی لئے ہر نبی اور ہر رسول نے سیاسی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی"[28]

یہ خاتم الانبیاء ﷺ کی جانب سے ملا ہوا علم نہیں ہے، یہ ان عظیم ترین غیبی امور سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ تک سے چھپا کر رکھا ہے، پھر اس کا علم آپ ﷺ کے علاوہ دوسروں کو کیسے ہو گیا؟ بلکہ ہم تو کہیں گے کہ کسی مسلمان کے لئے اس تعلق سے بات کرنی تک کیسے جائز ہو گی، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ (الاسرا:36)

(جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو، بے شک کان، آنکھ اور دل ان تمام کے تعلق سے پوچھا جائے گا)؟

نیز ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الاعراف:33)

(کہہ دو! میرے رب نے تو یہی بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے، کھلی اور چھپی، اور گناہ اور ظلم وزیادتی کو، اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کے لئے اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے)۔

2- اس وجہ سے بھی یہ شرعاً جائز نہیں ہو سکتا کہ انبیاء علیہم السلام کی حکمت سے بھری ہوئی دعوت اور ان کی شفقت سے بھرپور رہنمائی، حکمت، علم، ثابت قدمی، صبر واستقامت پر مشتمل دعوت کو سیاسی انقلاب کی ایک کوشش قرار دیا جائے، اس لئے کہ

---

[28] تجدید الدین (ص:35).

سیاسی انقلاب ایسی مکاریوں، دسیسہ کاریوں اور سازشوں پر قائم ہوتا ہے، جس کو قائم کرنے والوں کو ناحق خون بہنے، کھیتی اور نسل کے تباہ ہونے اور زمین میں فساد برپا ہونے کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

3- انبیاء کرام علیہم السلام کے مقصد کی یہ تشریح امت کے بھولے بھالے نوجوانوں کے حق میں انتہائی خطرناک ہے۔ کیوں کہ جب وہ جانیں گے کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی سیاسی لیڈر اور انقلابی تحریک کے قائد تھے تو پھر ان کے متبعین کیوں نہ سیاسی انقلاب لانے والے بنیں؟ اور ان کے مقصد کے حصول کے لئے وہ سیاسی تدبیر و منصوبہ بندی کیوں نہ اختیار کریں جو سیاسی انقلاب کے لئے ضروری ہیں؟ اور کیا ایسے لوگ سیاسی انقلاب لانے میں معصوم ثابت ہوں گے!۔

4- میں نہیں سمجھ پایا کہ استاد مودودی اپنے اس قول:

"ان (انبیاء) میں سے بعض کی مساعی صرف اس انقلاب کے لئے زمین ہموار کرنے اور تیاری کرنے کی حد تک رہیں" اور الندوی ان سے نقل کرتا ہے کہ: "میدان تیار کرنے تک رہیں جیسے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام"۔

سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ کیا وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے بعد آنے والے پیغمبروں اور سیاست دانوں کے لئے کچھ سیاسی، انقلابی خطوط کی نشاندہی کی تھی یا وہ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں۔

بہر حال انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ ایک عجیب و غریب خوفناک تصویر کشی کی گئی ہے، جس کا تصور نہ تو قرآن نے دیا ہے اور نہ ہی سنت نے اور نہ ہی علمائے اسلام اسے جان سکے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اس سے بری اور منزہ قرار دیا ہے۔

ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا واقعہ کتاب و سنت میں ایک واضح مثال ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اس کا تذکرہ کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی تمام مساعی توحید کی راہ میں جہاد تھیں، حجت اور دلیل سے بتوں کا بطلان ثابت کیا، اور جب آپ نے مشرک قوم ہو یا حکومت پر زبردست و ناقابل تردید دلائل کا انبار لگا کر حجت تمام کر دی تو پھر ہاتھوں سے بھی ان کے معبودوں کو توڑ ڈالا۔ قوم نے اپنے بتوں کی یہ حالت دیکھی تو غصے سے پاگل ہوگئی اور آپ کو سخت سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ پس آگ جلائی اور پھر آپ کو اس میں جھونک دیا اور کہا:

﴿قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ﴾ (الانبیاء:68)

(اگر تم کچھ کرسکتے ہو تو اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو)

لیکن اللہ نے آپ کو ان کے مکر سے بچالیا اور نجات دلائی:

﴿قُلۡنَا يَٰنَارُ كُونِي بَرۡدٗا وَسَلَٰمًا عَلَىٰٓ إِبۡرَٰهِيمَ﴾ (الانبیاء:69)

(ہم نے کہا: اے آگ! تو ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم پر)

جب قوم کی سرکشی انتہا کو پہنچ گئی اور آپ کی امیدیں اپنی قوم کے دعوت الٰہی قبول کرنے سے کٹ گئیں، تو آپ نے انہیں چھوڑ دیا اور انہیں خیر باد کہہ کر اللہ تعالیٰ کے لئے ہجرت کر گئے:

﴿فَـَٔامَنَ لَهُۥ لُوطٞۘ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّيٓۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ﴾ (العنکبوت:26)

(پس ان پر لوط ایمان لائے تو انہوں نے کہا: بے شک میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں، بے شک وہی تو زبردست حکمت والا ہے)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں "سیاسی انقلاب یا اس کے لئے راہ ہموار کرنے کی" آپ کی کوششوں کے تعلق سے کچھ بھی ذکر نہیں کیا۔

ہم چاہتے ہیں کہ مختصر ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعے کو مکمل کریں۔ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے ملک شام کی طرف ہجرت کی، پھر ایک مدت بعد اپنی بیوی ہاجرا اور بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مکہ گئے جو اس وقت غیر آباد تھا، بلکہ زندگی کے تمام وسائل حتی کہ پانی سے بھی خالی تھا۔ وہاں آپ نے اپنی بیوی بچے کو اللہ کے حکم سے چھوڑا، پھر ملک شام لوٹ گئے، جس وقت گھاٹی کے پاس پہنچے، اس طرح کہ ہاجرہ علیہا السلام آپ کو دیکھ نہیں سکتیں تھیں۔ آپ نے بیت اللہ کی طرف اپنا چہرہ کیا، پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعاء کی:

﴿رَّبَّنَآ إِنِّيٓ أَسۡكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيۡرِ ذِي زَرۡعٍ عِندَ بَيۡتِكَ ٱلۡمُحَرَّمِ﴾

(اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد میں سے کچھ کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس بے کھیتی کی وادی میں لا بسایا ہے)

پھر وہ مقصد بھی ذکر کیا جس کے لئے آپ نے انہیں یہاں چھوڑا:

﴿رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾

(ابراہیم:37)

(اے ہمارے رب! غرض یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتے رہیں، پس تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں سے روزی دے تاکہ وہ شکر گزاری کریں)

پھر ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے سے ملاقات کرنے دو مرتبہ مکہ جاتے ہیں لیکن اسماعیل علیہ السلام کے تلاش رزق میں باہر رہنے کی وجہ سے ملاقات نہیں ہوتی۔ آپ الٹے پیر لوٹ آتے ہیں، تیسری مرتبہ جب آتے ہیں تو آپ کو پاتے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام آپ کو دیکھ کر آپ کی طرف کھڑے ہو کر جاتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ احترام اور شفقت کا وہی برتاؤ کرتے ہیں جیسا کہ بیٹا باپ کے ساتھ اور باپ بیٹے کے ساتھ کرتا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں: اے اسماعیل! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔

بیٹا جواب دیتا ہے: آپ وہ کر گزریں جس کا آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں: کیا تم اس معاملے میں میری مدد کرو گے؟

اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا: ضرور کروں گا۔ آپ نے فرمایا: تو بے شک اللہ تعالی نے مجھے وہاں ایک گھر بنانے کا حکم دیا ہے، ساتھ ہی آپ ایک ابھری ہوئی زمین کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اس کے بعد دونوں نے مل کر کعبہ کی بنیادوں کو اٹھایا، اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے اور اٹھا اٹھا کر دیتے جاتے اور ابراہیم علیہ السلام کعبۃ اللہ بناتے جاتے اور دونوں یہ کہتے جا رہے تھے:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (البقرہ:127)

(اے ہمارے رب! تو اسے قبول فرما، بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے)[29]

یہ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہے، آپ اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں، ان پر حجت قائم کرتے ہیں،

---

[29] بخاری کی طویل حدیث کا اختصار، كتاب الانبياء، باب يزفود: النسلان في المشي، حديث 3364۔

پھر ان کے بتوں کو توڑتے ہیں، پر ہجرت کرتے ہیں، اور پھر ملک شام سے بے کھیتی کی وادی مکہ کی طرف آپ سفر کرتے ہیں جہاں آپ نے اپنی اولاد کو لابسایا تھااور اس کی غرض وغایت بھی ذکر فرمائی تھی، پھر جب آپ کے لڑکے جوان ہوئے تو دونوں نے مل کر بیت اللہ تعمیر کیا، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پیغمبروں کو حکم دیا:

﴿اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ لِلطَّآٮِٕفِيۡنَ وَالۡعٰكِفِيۡنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ﴾ (البقرہ:125)

(تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے (ٹھہرنے) والوں، اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو)

کیا آپ کے ان تمام اعمال کا یعنی اپنے تہذیب وتمدّن کے گہوارہ ملک کو چھوڑ کر ملک شام کے دیہاتوں کی طرف کوچ کرنے، پھر اپنی بیوی وبچے کو زندگی کے وسائل سے خالی بے آب وگیاہ میدان میں چھوڑنے، پھر اپنے مقصد کے اعلان:

﴿رَبَّنَاۤ اِنِّىۡۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ بِوَادٍ غَيۡرِ ذِىۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَيۡتِكَ الۡمُحَرَّمِۙ رَبَّنَا لِيُـقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ﴾ (ابراہیم:37)

(اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد میں سے کچھ کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس بے کھیتی کی وادی میں لا بسایا ہے، ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں)

کو اور آپ کی اللہ کے لئے اس ساری تگ ودو سے کیا یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یہ تمام کوششیں سیاسی انقلاب برپا کرنے کے لئے زمین کی تیاری تھیں؟!!

پھر یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام عملاً انقلابی تحریک برپا کرنے کے لئے کب کھڑے ہوگئے تھے؟!! پھر یہ انقلاب کیوں رک گی یا ناکام ہوگیا؟!!اور اس خطرناک قول کی کیا دلیل ہے؟!!

اور کیسے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سوائے موسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کامیابی وکامرانی کی منزل تک نہیں پہنچ سکے؟!! حالانکہ ہر نبی اور ہر رسول نے مودودی کے گمان کے مطابق سیاسی انقلاب کی کوششیں کی، پھر وہ کیوں اس کامیابی وکامرانی کی منزل تک نہیں پہنچ پائے حالانکہ ان کی تعداد تو ایک لاکھ بیس ہزار سے بھی زائد ہے؟!!

کیا آپ میرے ساتھ غلو کے اس کڑوے پھل اور خطرناک نتائج کو نہیں دیکھ رہے ہیں، جو ایمان اور عقیدے کو متزلزل کر

رہے ہیں ؟! انبیاء کرام علیہم السلام کی عظیم تعداد میں صرف دو افراد کامیابی اور کامرانی کے مقام تک پہنچ سکے، کیا اس بات سے کافر، ضعیف الایمان اور انبیاء کے رتبہ سے ناواقف شخص دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ناکامی اور نامرادی کا حکم نہیں لگا سکتا؟ کیا پختہ مومن کا بھی ایمان متزلزل نہیں ہو جائے گا جب کہ وہ ماضی اور حال کے کسراؤں، قیصروں اور فرعونوں کو دیکھتا، سنتا اور پڑھتا ہے کہ وہ عظیم ریاست اور بلند تہذیبوں کو پروان چڑھانے میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور ہو رہے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی کوششیں کامیابی کی منزل تک بھی نہیں پہنچ سکیں ؟!!

جب ہم اپنی جانب سے انبیاء کرام علیہم السلام کے مقاصد متعین کرنے لگیں اور اپنے خیالات سے ان کی دعوت اور اعمال کا فیصلہ کرنے لگیں تو اس کے نتائج سنگین نکلیں گے، بلکہ مشکلات اتنی پیچیدہ ہوں گی کہ ان کا حل مشکل ہو جائے گا، اگر ہم ان کے مقاصد اور اعمال کی تعین ہمیشہ رہنے والی کتاب اللہ اور اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے کریں گے جو کبھی اپنی خواہش سے نہیں کہتے، تو اس وقت ہم صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کا مقصد اور دعوت کا تعین فرمادیا ہے کہ:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:36)

(ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو)

اور فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:25)

(اور ہم نے تم سے پہلے بھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہی وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری ہی عبادت کرو)

اور فرمایا:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ (النساء: 165)

(رسول بھیجے جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہیں، تا کہ لوگوں کے لئے اللہ پر رسولوں (کو بھیجنے) کے بعد کوئی حجت باقی نہ رہے، اور اللہ زبردست، حکمت والا ہے)

کیا انبیاء کرام علیہم السلام اپنے مشن میں ناکام تھے؟

یہ ان کا مشن تھا اور یہی مقاصد واہداف، یعنی توحید کی دعوت، شرک اور گناہوں سے ڈرانا، مومنوں کو خوشخبری دینا، کافروں اور سرکشوں کو ڈرانا۔

انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، اور اس صحیح معیار کے مطابق تمام کے تمام کامیابی اور کامرانی کی منزل تک پہنچے، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے دشمنوں پر ان کی مدد کی اور قیامت کے دن بھی ان کی مدد کرے گا اور ان کے مقابلے میں کافر دنیا و آخرت میں ذلیل وخوار اور خسارے وشکست سے دوچار ہوئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ، اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ، اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ﴾

(الصافات:171-173)

(اور ہمارا فیصلہ پہلے ہی اپنے رسولوں کے لئے صادر ہو چکا ہے کہ یقیناً وہی مدد کئے جائیں گے، اور یقیناً ہمارا لشکر ہی غالب و برتر رہے گا)

اور فرمایا:

﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (المجادلۃ:21)

(اللہ نے یہ لکھ دیا ہے کہ البتہ ضرور میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے، بے شک اللہ تعالی قوی اور غالب ہے)

اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیات میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بہت سے قصوں میں یہ بتلایا ہے کہ کس طرح اس نے انہیں ان کے کافر دشمنوں کے مقابلے میں مدد ونصرت فرمائی۔

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ. فَفَتَحۡنَاۤ اَبۡوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنۡہَمِرٍ. وَّفَجَّرۡنَا الۡاَرۡضَ عُیُوۡنًا فَالۡتَقَی الۡمَآءُ عَلٰۤی اَمۡرٍ قَدۡ قُدِرَ. وَحَمَلۡنٰہُ عَلٰی ذَاتِ اَلۡوَاحٍ وَّدُسُرٍ. تَجۡرِیۡ بِاَعۡیُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنۡ کَانَ کُفِرَ. وَلَقَدۡ تَّرَکۡنٰہَاۤ اٰیَۃً فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ﴾

(القمر:10-15)

(انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ میں بے بس و مغلوب ہوں تو میری مدد کر، پھر ہم نے آسمانوں کے دروازوں کو زور دار بارش سے کھول دیا، اور زمین سے چشموں کو جاری کر دیا، پھر دونوں پانی جمع ہوگئے اس کام کے لئے جو متعین ہو چکا تھا۔ ہم نے انہیں تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کرایا جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، یہ اس کی طرف سے بدلہ ہے جس کے ساتھ کفر کیا گیا، یقیناً ہم نے اس کو نشانی بنا کر چھوڑا، کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟)

اور فرمایا:

﴿کَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَعَادٌۢ بِالۡقَارِعَۃِ. فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُہۡلِکُوۡا بِالطَّاغِیَۃِ. وَاَمَّا عَادٌ فَاُہۡلِکُوۡا بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِیَۃٍ. سَخَّرَہَا عَلَیۡہِمۡ سَبۡعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوۡمًا ۙ فَتَرَی الۡقَوۡمَ فِیۡہَا صَرۡعٰی ۙ کَاَنَّہُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِیَۃٍ. فَہَلۡ تَرٰی لَہُمۡ مِّنۡۢ بَاقِیَۃٍ. وَجَآءَ فِرۡعَوۡنُ وَمَنۡ قَبۡلَہٗ وَالۡمُؤۡتَفِکٰتُ بِالۡخَاطِئَۃِ. فَعَصَوۡا رَسُوۡلَ رَبِّہِمۡ فَاَخَذَہُمۡ اَخۡذَۃً رَّابِیَۃً﴾

(الحآقۃ:4-10)

(قوم ثمود اور عاد نے کھڑ کھڑا دینے والی کو جھٹلایا، لہٰذا جہاں تک ثمود کی بات ہے تو وہ خوفناک چیخ سے تباہ کر دئے گئے، رہے عاد تو وہ بے حد تند اور تیز آندھی سے ہلاک کر دئے گئے، جسے ان پر (اللہ نے) مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط رکھا، پس تم (اگر موجود ہوتے) تو ان لوگوں کو دیکھتے کہ وہ زمین پر ایسے پچھڑے پڑے ہیں گویا کہ وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں، کیا ان میں سے کوئی تم کو باقی نظر آرہا ہے؟ فرعون اور اس سے پہلے کی قومیں اور وہ جن کی بستی (قومِ لوط) گناہوں کے سبب الٹ دی گئی، انہوں نے اپنے رسول کی نافرمانی کی، پھر (اللہ نے) سخت پکڑ میں لے لیا)

اور فرمایا:

﴿وَقَوۡمَ نُوۡحٍ لَّمَّا کَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغۡرَقۡنٰہُمۡ وَجَعَلۡنٰہُمۡ لِلنَّاسِ اٰیَۃً ؕ وَاَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ عَذَابًا اَلِیۡمًا. وَّعَادًا

﴿وَّثَمُوۡدَا۠ وَاَصۡحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوۡنًۢا بَیۡنَ ذٰلِکَ کَثِیۡرًا، وَکُلًّا ضَرَبۡنَا لَہُ الۡاَمۡثَالَ ۫ وَکُلًّا تَبَّرۡنَا تَتۡبِیۡرًا﴾ (الفرقان:37-39)

(اور قوم نوح نے جب رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ڈبو دیا، اور انہیں لوگوں کے لئے ایک نشان (عبرت) بنا دیا، اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، اور عاد، وکنویں والے اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کو (ہم نے برباد کر دیا) اور ہم نے ان تمام کو مثالیں سنائیں، پھر ہر ایک کو بری طرح تباہ و برباد ہی کر ڈالا)

یہ پیغمبروں کی کھلی کامیابی و کامرانی اور زبردست نصرت اور کافروں کی شکست، نقصان اور مکمل تباہی و بربادی تھی۔

لہذا انہی برحق ربانی میزان، کسوٹی و معیار کے مطابق تمام انبیاء کرام علیہم السلام کامیابی و کامرانی کی منزل تک پہنچے۔ اس لئے کہ ان سب نے اپنے فرائض اچھے طور پر انجام دیے اور اپنے رب کے ان پیغامات کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا، جس کے وہ مکلف کئے گئے تھے۔ اور ان کے دشمنوں کا ایسے ہی عبرت ناک انجام ہوا جو ان کے متعلق اللہ تعالی نے بیان فرمایا ہے۔ جبکہ سیاسی یا خیالی یا جو چاہیں آپ اسے نام دیں ان کے میزان و معیار کے مطابق کوئی کامیاب نہیں ہوا سوائے موسیٰ اور محمد علیہما السلام کے۔

یہ بھی ہم ان کی منطق کے مطابق کہہ رہے ہیں ورنہ تو ہم موسیٰ اور محمد علیہما السلام کو کسی سیاسی انقلاب لانے کی کوشش سے مبرا قرار دیتے ہیں، اور ان کی کامیابی کو اس بات سے منزّہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس بنیاد پر وجود میں آئی۔

اب ہم موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف آتے ہیں اور ان کی کامیابی و کامرانی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکر کے مقابلے میں آپ کی کھلی مدد فرمائی۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَى مُوسَى وَهَارُونَ-وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ-وَنَصَرْنَاهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ﴾ (الصافات:114-116)

(ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا، انہیں اور ان کی قوم کو بڑی مصیبت سے نجات دی، اور ہم نے ان کی مدد کی اور وہی غالب رہے)

یہ مدد کیسی ہوئی؟ کیا کسی سیاسی انقلاب کے ذریعے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام مصر کے تخت پر جلوہ گر ہوئے؟ صحیح اور برحق جواب تو وہی ہے جو قرآن نے دیا، اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی رسالت اور کلام کے لئے چن لیا اور فرعون تک دعوت الی اللہ پہنچانے کا مکلف کیا،

آپ نے اپنے رب کا حکم مانتے ہوئے فرعون کے سامنے اپنی رسالت کی سچائی پر واضح دلیلیں قائم کیں، لیکن اس نے کیا کیا؟

﴿فَكَذَّبَ وَعَصٰى، ثُمَّ اَدۡبَرَ يَسۡعٰى، فَحَشَرَ فَنَادٰى، فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰى﴾ (النازعات:21-24)

(تو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی، پھر پلٹ کر دوڑ دھوپ کی، پھر سب کو جمع کر کے پکا کر کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں)

اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ، اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوۡنَ فَقَالُوۡا سٰحِرٌ كَذَّابٌ، فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡحَقِّ مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوا اقۡتُلُوۡۤا اَبۡنَآءَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ وَاسۡتَحۡيُوۡا نِسَآءَهُمۡ‌ؕ وَمَا كَيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ﴾

(غافر:23-25)

(یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور کھلی دلیلوں کے ساتھ بھیجا، فرعون، ہامان اور قارون کی طرف، ان تمام نے کہا (یہ تو) جادوگر، بہت بڑا جھوٹا ہے، جب وہ (موسیٰ) ان کے پاس ہماری جانب سے حق لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان لوگوں کے لڑکوں کو قتل کر دو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو، اور کافروں کا مکر گمراہی میں ہی ہے)

اس پر قومِ فرعون نے اس کو مزید بھڑکایا اور کہا:

﴿وَقَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِ فِرۡعَوۡنَ اَتَذَرُ مُوۡسٰى وَقَوۡمَهٗ لِيُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ‌ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَنَسۡتَحۡىٖ نِسَآءَهُمۡ‌ۚ وَاِنَّا فَوۡقَهُمۡ قٰهِرُوۡنَ﴾ (الاعراف:127)

(قوم کے سرداروں نے کہا: کیا تو نے موسیٰ اور اس کی قوم کو زمین میں فساد مچانے اور تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑنے کی چھوٹ دے رکھی ہے؟ اس نے کہا: ہم عنقریب ان کے لڑکوں کو بری طرح قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے، اور یقیناً ہمیں ان پر پورا قابو ہے)

موسیٰ علیہ السلام نے اس سرکشی کے مقابلے میں جو مؤقف اپنایا اس میں دعوت الی اللہ کا کام کرنے والوں کے لئے بڑی بصیرت وعبرت ہے:

﴿قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهِ اسۡتَعِيۡنُوۡا بِاللّٰهِ وَاصۡبِرُوۡا‌ ۚ اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰهِ ‌ۙ يُوۡرِثُهَا مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ‌ ؕ وَالۡعَاقِبَةُ

لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ (الاعراف:128)

(موسیٰ نے کہا: اللہ کی مدد طلب کرو اور صبر کا دامن نہ چھوڑو، بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے، اور انجام کار تو متقیوں کے لئے ہی ہے)

جب پانی سر سے گذر گیا تو بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے پاس روتے دھوتے شکایت لے کر آئے:

﴿قَالُوْٓا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِکَ عَدُوَّکُمْ وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ (الاعراف:129)

(کہنے لگے کہ ہم اپ کے آنے سے پہلے بھی اذیتوں میں مبتلا رہے اور آپ کے آنے کے بعد بھی، (موسیٰ نے) کہا: قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے اور دیکھے کہ تم کیسے کام کرتے ہو)

انبیاء کرام علیہم السلام کی تربیت اور مصائب و شدائد کی ہولناکی میں ان کے صبر پر غور کریں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو عبرت ناک سزائیں دینی شروع کیں تا کہ وہ نصیحت پکڑیں:

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّکَّرُوْنَ﴾ (الاعراف:130)

(ہم نے آل فرعون کو قحط سالی اور پیداوار میں کمی (کے عذاب) سے دوچار کر دیا، تا کہ وہ نصیحت پکڑیں)

پھر اللہ نے فرعون کو تباہ و برباد کرنا اور موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو اس کے چنگل سے بچانا چاہا، اس کے لئے اللہ نے ایک حکمت سے بھرا ہوا منصوبہ بنایا، جس میں نہ تو بغاوت تھی اور نہ سیاسی انقلاب، اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں اور ان کے اخلاق، حکومت کے حصول کے لئے مکاری و عیاری، دسیسہ کاری اور خونریزی کے استعمال کے سخت خلاف ہیں، اگرچہ کہ مقصد کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ. فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَاۗىِٕنِ حٰشِرِیْنَ. اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ. وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَاۗىِٕظُوْنَ. وَاِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ. فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ. وَّکُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ کَرِیْمٍ. کَذٰلِکَ ۭ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِیْٓ اِسْرَاۗءِیْلَ. فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ. فَلَمَّا تَرَاۗءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓی اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ. قَالَ کَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ. فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ

الْعَظِيمِ، وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ، وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ، ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ، اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (الشعراء:52-67)

(ہم نے موسیٰ کی جانب وحی بھیجی کہ تم میرے بندوں کو راتوں رات لے چلو، بے شک تم پیچھا کئے جاؤ گے، فرعون نے شہروں میں (فوجیں جمع کرنے کے لئے) ہر کارے دوڑائے کہ بلاشبہ یہ ایک مٹھی بھر گروہ ہے، پھر اس پر وہ یقیناً ہمیں ناراض بھی کر رہے ہیں، اور بے شک ہم سب ہر وقت چوکنا و مستعد ہیں۔ ہم نے انہیں باغوں، چشموں، خزانوں اور اچھے اچھے مقامات سے نکالا، اسی طرح (ہوا) اور ہم نے ان تمام کا بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا، پس وہ لوگ سورج نکلتے (صبح سویرے) ان کے تعاقب میں چل پڑے، جب دونوں جماعتوں کا سامنا ہوا تو موسیٰ کے ساتھی چلا اٹھے کہ اب تو ہم ضرور پکڑے جائیں گے۔ (موسیٰ نے) کہا: ہر گز نہیں! میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور مجھے راستہ دکھائے گا، تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مار، پس وہ پھٹ گیا تو ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا، ہم نے دوسرے گروہ کو بھی قریب لا کھڑا کیا، اور ہم نے موسیٰ اور اس کے تمام ساتھیوں کو نجات دی، پھر دوسروں کو ڈبو دیا، اس میں عبرت کی نشانی ہے، اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے)

یہی وہ عمدہ وسائل تھے جن کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی مومن قوم کامیابی تک پہنچی، مصائب و شدائد ذبح و قتل پر صبر کیا، ان مصائب سے نہ ان کا ایمان لڑکھڑایا اور نہ عقیدے متزلزل ہوا، اور نہ ہی انہوں نے صبر کا دامن چھوڑا، چناچہ یہی چیز ان کی مدد اور ان کے دشمن کی تباہی کا سبب بنی، یہی وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کیا، جسے ہم نے ابھی پڑھا، جس میں سیاست اور سیاسی انقلاب برپا کرنے کی بو تک نہیں۔

دوسری بات یہ کہ اگر موسیٰ علیہ السلام انقلاب برپا کرنے، سلطنت کی کنجیوں پر قبضہ جمانے اور الٰہی حکومت کے قائم کرنے کے لئے کوشاں تھے، جو (مودودی کے مطابق) انبیاء کرام علیہم السلام کی رسالت کا اصل مقصود ہے۔ تو فوراً مصر پلٹتے، کیوں کہ وہاں کے حالات آپ کے لئے بڑے ہی ساز گار تھے، فرعون اور اس کا لشکر ہلاک ہو چکے تھے صرف عورتیں، بچے اور خدام باقی رہ گئے تھے۔

پھر کیوں نہیں موسیٰ علیہ السلام نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ایک ایسے ملک میں الٰہی حکومت قائم نہیں کی جس کے تعلق سے قرآن کہتا ہے:

﴿كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ، وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ، وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ﴾ (الدخان:25-27)

(انہوں نے کتنے باغ اور چشمے چھوڑے، اور کھیتیاں اور اچھے مقامات، اور نعمتیں جس میں وہ مگن تھے)

(ایسے خوشحال اور سبزہ زار ملک کو چھوڑ کر) صحرائے سینا[30] میں سلطنت، ریاست اور الٰہی حکومت کے بغیر کیوں قیام پذیر رہے؟!!

چناچہ ہمیں لازماًیہ کہنا پڑے گا کہ بے شک موسیٰ علیہ السلام ایک کریم وعظیم اولی العزم و قوت پیغمبر تھے، جنہوں نے اپنی رسالت کی امانت کو کامل طور پر ادا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے اپنے باغی فرعون اور اس کے لشکر کو ہلاک کر دیا اور آپ کے ہاتھوں بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے رہائی دلائی، اور اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کے مقابلے میں جس طرح آپ کی مدد کی اور حفاظت فرمائی یہی آپ کے عزو شرف کے لئے کافی ہے۔

اور جہاں تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہے تو آپ عقیدے کو سب سے زیادہ اہمیت دینے والی اول درجے کی شخصیت اور ہدایت کے پیغمبر تھے۔ اس عقیدے کے راستے میں آپ کو ایسی ایسی باتوں پر صبر کرنا پڑا جس کی تاب پہاڑ بھی نہیں لا سکتے۔ اس راہ کے شروع میں ہی آپ کو بادشاہت و حکومت کی پیشکش کی گئی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ٹھکرا دیا۔ اللہ نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر و تحمل اور تقویٰ کا ہی صلہ تھا۔ یہ دعوت و رسالت اور اس کا پھل تھا، نہ کہ حاشا وکلا سیاسی انقلاب کا، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی کچھ تفصیل شروع میں ذکر کر دی ہے، جسے دوبار دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں۔

اس نکتۂ نظر کے حاملین پر اس حیثیت سے گرفت کی جا سکتی ہے کہ انہوں نے ایک قاعدہ بنا لیا، وہ یہ کہ:

---

[30] سورۂ بقرۃ و سورۂ مائدۃ میں فرعون سے نجات کے بعد صحرائے سیناء و وادئ تیہ وغیرہ کی آزمائش کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

”اسلام ایک ایسا کل ہے جس کے جزء نہیں ہو سکتے“[31]۔

یہ ایک عظیم قاعدہ ہے اگر غلو کو چھوڑ کر سلف صالحین کے منہج پر اسے رکھا جائے۔

لیکن افسوس یہی لوگ اپنے اس قاعدے کے سب سے بڑے مخالف ہیں۔ اسلامی ریاست کو قائم کرنے (جسے یہ لوگ اللہ کی حاکمیت کی دعوت کہتے ہیں) کی خواہش نے انہیں اصل اسلام، یعنی توحید اور اس کی اقسام سے غافل کر دیا، اسی وجہ سے وہ آج تک اس حقیقت کا ادراک نہیں کر سکے کہ توحید کی دعوت کا اہتمام اس شدت سے کرنا آج بھی اتنا ہی ضروری بلکہ اس سے زیادہ ضروری ہے جتنا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بشمول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہدِ مبارک میں کیا تھا۔

کیا کوئی عقل مند و منصف شخص اس کا انکار کر سکتا ہے ؟!

کیا کوئی باشعور مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ دورِ حاضر کے مسلمان خیر القرون کی طرح اپنے تمام عقائد و عبادات میں کتاب اللہ و سنت کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔

بلاشبہ اللہ کی حاکمیت کی دعوت اور اس کی تطبیق ایک اہم معاملہ ہے اور ہر وہ مسلمان اس کی فکر کرتا ہے جو اسلام کا صحیح فہم رکھتا ہے (اگر اس کی شرائط کو ملحوظ رکھا جائے)۔ بلکہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ضروری اور عظیم ہی ہے۔

لیکن ہم یہ پوچھنا چاہیں گے کہ: کیا اللہ کی حاکمیت کی دعوت، اصولِ اسلام کے کسی بنیادی رکن میں لاپرواہی یا کوتاہی کا تقاضہ کرتی ہے ؟

جواب: ہرگز نہیں۔

---

31 لیکن صد افسوس ان پر ایک دوسرا قاعدہ غالب آچکا ہے اور وہ ہے: ”نتعاون فيما اتفقنا عليه ويعذر بعضنا بعضاً فيما اختلفنا فيه“ (ہم اس چیز میں آپس میں تعاون کریں جس میں ہمارا اتفاق ہے اور اس چیز میں ایک دوسرے کو معذور سمجھیں جس میں اختلاف ہے) اور یہ ایک وسیع المعانی عبارت ہے جو ہمہ قسم کے اختلافات کو شامل ہے چاہے وہ اصول میں ہوں یا فروع میں، اور اسلام کی جانب منسوب ہونے والے ہر فرقے کو شامل ہے بلکہ ان میں سے بعض کے ہاتھوں تو معاملہ اس سے بڑھ کر وحدت ادیان کی دعوت تک جا پہنچا ہے اور اس سلسلے میں ان کی کانفرنسیں بھی منعقد ہوتی رہتی ہیں۔

اللہ کی حاکمیت ضروری ہے کہ اسلام کی سب سے عظیم اصل سے شروع ہو اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی ذات اور اس کے اسمائے حسنیٰ اور اس کے صفات کمالیہ کا اعتقاد رکھنا، جس طرح کہ اللہ نے اپنی کتابِ عظیم میں ہمیں بیان کیا ہے اور جیسا کہ نبی ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے تا کہ ہمارے دل اس کے ذریعے نور، ایمان، یقین اور اس کے لئے تعظیم و اجلال سے بھر جائیں۔

کیا اللہ کی حاکمیت میں یہ جائز ہے کہ اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ کمال کی تعطیل (انکار) کیا جائے؟ حالانکہ وہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کی نظر میں سب سے زیادہ بلند و بالا اور عظیم ہیں؟!!

پھر ہم علمائے امت سے گڑ گڑا کر کیوں نہیں اس بات کا مطالبہ کرتے کہ وہ اس نازک معاملے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کریں؟!!

کیا اللہ کی شریعت، اس کے نظام اور حاکمیت میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کا انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج کی مخالفت کرنا جائز ہے، اس طرح کہ وہ تمام عبادتیں صرف اللہ کے لئے خاص کرنے کے بجائے، اس میں اس کے برابر والے ٹھہرائیں، انہیں پکاریں، فریاد کریں، مشکلات میں کے نام کی دہائیاں دیں، اس سے آگے بڑھتے ہوئے اللہ کی ربوبیت میں انہیں شریک کر لیں اور ان کے تعلق سے یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ غیب جانتے ہیں اور کائنات میں تصرف کرتے ہیں؟!!

کیا یہ اللہ کے حقوق میں سے سب سے عظیم حق پر زیادتی نہیں؟!!

کیا یہ تمام ظلموں سے بڑا ظلم نہیں؟!!

پھر کہاں ہے حاکمیت کی دعوت اور کہاں ہے وہ عدل؟!!

کیا اللہ اور اس کی شریعت کی حاکمیت میں یہ جائز ہے کہ ہم صوفیوں سے آنکھیں موند لیں جو مسلمانوں کے عقائد و عقلوں میں فساد پیدا کر رہے ہیں اور ان کے عقائد کو حلول، وحدۃ الوجود اور وحدۃ الادیان اور دیگر تصوف کی گمراہیوں کے ذریعے بگاڑ رہے ہیں؟!!

کیا اللہ کی حاکمیت میں یہ جائز ہے کہ مسلمان کے اکثر ممالک میں ہزاروں قبروں کو پختہ کیا جائے، تا کہ لوگ ان کا طواف کریں، ان کے اطراف (مجاور بن کر) اعتکاف کریں، ان کی زیارت کے لئے سفر کریں، مال کثیر کی نذر چڑھائیں، انکا عرس کریں اور

مسلمان ان کے اطراف وہ کام کریں جس سے اسلام کی پیشانی پر پسینہ آجائے اور بت پرست، یہود و نصاریٰ اور کمیونسٹ، اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑائیں؟!!

کیا اللہ کی حاکمیت میں یہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اور انہیں ختم کر کے ان کی جگہ بدعات خرافات اور قصے کہانیاں گڑھ لی جائیں؟!!

جب کہ انہیں گمراہیوں و شرک و بدعات نے عموماً توحید اور اسلام کے نشانوں کو مٹایا ہے۔

میں اس نکتہ نظر کے عقلمند لوگوں سے امید کروں گا کہ وہ سب سے پہلے اللہ کا خوف اپنے دلوں میں اور پھر امت میں بٹھا کر انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج کی کماحقہ قدر کرنے کی کوشش کریں اور اسلام کے لئے ہر شعبے کے لئے اتنی کوششیں کریں جتنا کہ وہ اس کا مستحق ہے اور اپنی نظر میں ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان رکھیں:

”لَأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ“[32]

(اگر اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دے تو یہ تمہارے لئے اس سے کہیں بہتر ہے کہ تمہارے پاس سرخ اونٹ ہوں)۔

ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ شرک و بدعات کا دور تو کب کا ختم ہو چکا، حالانکہ ہر گزرتا ہوا دن بتلا رہا ہے کہ وہ نہ صرف زندہ ہیں بلکہ روز بروز جڑ پکڑتے جا رہے ہیں، ان کو پھیلانے کے لئے مدارس اور حکومتیں ہیں جو ان کی تائید اور حمایت کرتے ہیں، اور ان کے احبار و رہبان اور مجاور (علمائے سوء اور صوفی) تیار ہو رہے ہیں۔ پھر ہم مسلمانوں کو یہ کیوں نہیں سمجھاتے کہ یہ تمام اعمال جاہلیت اللہ کی حاکمیت کے خلاف ہیں؟

اور ہم اس میں ملوث لوگوں کو کیوں اللہ کی جانب فیصلے لے جانے کی اور ان تمام معاملات میں اللہ کی حاکمیت کے آگے جھک جانے کی دعوت نہیں دیتے؟۔

---

[32] صحیح بخاری 3701، صحیح مسلم 2409۔

کیونکہ بلاشبہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اگر ابراہیم، نوح، موسیٰ اور محمد اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں سے ان کے دیگر بھائی سب آجائیں، اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آجائیں تو وہ کوئی منہج اختیار نہیں کریں گے سوائے اس منہج کے جو قرآن مجید ان کے تعلق سے بیان کرتا ہے اور کھلم کھلا ان پکی قبروں مزاروں اور تمام شرک و گمراہی کے مظاہر کو دیکھیں گے، تو ضرور محمد صلی اللہ علیہ وسلم علم الکلام والوں، معطلہ اور فلاسفہ اور قرآن و سنت سے منحرف تمام فرقوں سے کہیں گے قرآن و سنت کی طرف لوٹ آؤ۔ (جیسا کہ حدیث بھی ہے):

”واللہ! لو جاء موسی ما وسعہ إلا اتباعی“[33]

(اللہ کی قسم! اگر موسیٰ بھی آجائیں تو انہیں بھی میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہو گا)۔

کیا آپ سمجھتے ہیں یہ امور بہت ہلکے اور آسان ہیں:

﴿وَّ تَحۡسَبُوۡنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ﴾ (النور:15)

(اور تم اسے معمولی بات سمجھتے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی تھی)

ہرگز نہیں! معاملہ ایسا نہیں جیسا تم گمان کرتے ہو یا جیسا تمہیں باور کروایا جاتا ہے۔ بے شک علماء سوء، احبار و رہبان اور بدعتی سرغناؤں کا فساد زیادہ شدید اور خطرناک ہے حکام وغیرہ کے فساد سے۔ کیونکہ ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں اور ان سے محبت کرتے، ان کے اقوال و مناہج پر اعتماد کرتے ہیں، پس وہ ان کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی وجہ سے اللہ کے منہج سے بھٹک جاتے ہیں۔

میرے ساتھ قرآن کی طرف آؤ جو سب سے سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے، جو امراض اور خطرات کا علم کے ساتھ علاج کرتا ہے، کیونکہ یہ بہت حکمت والے اور ہر چیز کا علم رکھنے والے کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

---

33 قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مختلف کتب حدیث میں مروی ہے، شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھیں ارواء الغلیل 1589، تحریم آلات الطرب 158۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

نبی ﷺ کے زمانے میں یہود بھی تھے اور ان کی کوئی ریاست نہیں تھی، اور ان پر ذلت و پسماندگی لکھ دی گئی تھی۔

تو کتنی ہی آیات ان کی مذمت میں قرآن مجید کے مختلف مقامات پر نازل ہوئیں جن میں ان کی مذمت کی گئی اور ان کی برائیوں کا پردہ چاک کیا گیا، اور ان کی ذلالت اور خبث باطن کا بھانڈا پھوڑا گیا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ، قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ، وَاِذَا جَاۗءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ، وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ، لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ، وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۭ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰي يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ (المائدہ:59-64)

(تم کہہ دو: اے اہل کتاب! کیا تم ہم سے اسی بات کا انتقام لیتے ہو کہ ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کی گئی اور اس پر بھی جو ہم سے پہلے نازل کی گئی تھی ایمان لائے، اور بے شک تم میں سے اکثر فاسق ہیں، تم کہہ دو: کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ اللہ کے پاس انجام کے لحاظ سے سب سے بدتر کون ہے؟ وہی جس پر اللہ نے اپنی لعنت بھیجی اور ان پر غضبناک ہوا، ان میں سے کچھ کو بندر اور سور بنایا، اور جنہوں نے طاغوت کی عبادت کی، وہی لوگ بدترین درجہ میں ہیں اور سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور کافر ہی چلے گئے، اور اللہ اچھی طرح جانتا ہے جو وہ چھپائے ہوئے تھے۔ ان میں سے اکثر لوگوں کو تم دیکھو گے کہ وہ گناہ، ظلم وزیادتی اور حرام خوری کی طرف بھاگے دوڑے جاتے ہیں، بہت ہی برے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں، انہیں گناہ پر زبان کھولنے اور حرام کھانے سے ان کے درویش (یا فقہاء) اور علماء کیوں نہیں روکتے، یقیناً بہت ہی برا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ یہود نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، ان کے ہاتھ باندھے گئے اور لعنت ہوئی ان پر ان کے اس کہنے کے سبب، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، وہ جیسا چاہتا ہے خرچ کرتا

ہے،ضرور ان میں سے اکثر کی سرکشی اور کفر اس کلام سے مزید بڑھے گی جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر اترا ہے۔ اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی یہ لڑائی کی کوئی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اسے بجھا دیتا ہے، اور یہ زمین میں فساد مچانے کی کوشش کرتے ہیں، اور اللہ مفسدوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا)

ان کے تعلق سے مزید ارشاد ہے:

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (المائدۃ:13)

(ہم نے ان کی بدعہدی کی وجہ سے ان پر لعنت بھیجی اور ان کے دل سخت کر دیے، وہ کلام کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں (تحریف کرتے ہیں)، اور انہیں جو نصیحت کی گئی تھی اس کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے، اور تم کو ان کی ایک ایک خیانت کا پتہ چلتا رہے گا سوائے ان کے چند لوگوں کے، سو انہیں معاف کر دو اور درگزر کرو، بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے)

پہلے اصلاح حکام کی یا علمائے سوء کی؟

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں نصاریٰ تھے اور ان کی کئی ریاستیں اور سلطنتیں تھیں۔ یورپ، شام اور مصر میں قیصر کی حکومت تھی، حبشہ (ایتھوپیا) اور افریقہ میں نجاشی کی حکومت تھی، کیا قرآن نے نصرانی حکام اور بادشاہوں کا پہلے معالجہ کیا یا خود نصاریٰ اور ان کے انحرافات کا معالجہ کیا، جن میں سرفہرست ان کے درویش و پادری (علماء اور دینی لوگ) تھے؟!!

قرآن کی طرف پلٹو تاکہ وہ ہمیں خبر دے کہ اصلاح کا زیادہ مستحق کون ہے اور قرآن نے عملاً کس کی اصلاح کی۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ (المائدہ:14)

(اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں، ہم نے ان سے عہد لیا، پھر انہوں نے اس نصیحت کا بڑا حصہ فراموش کر دیا جو کہ

ان کو کی گئی تھی، تو ہم نے بھی ان کے درمیان آپس میں بغض وعدات ڈال دی، جو قیامت تک رہے گی، اور عنقریب اللہ انہیں وہ سب کچھ بتادے گا جو یہ کیا کرتے تھے)

یہود ونصاریٰ کے متعلق ارشاد ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ (المائدہ:18)

(یہود ونصاریٰ نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں، تم کہہ دو پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟! بلکہ تم بھی اس کی مخلوق میں سے ایک انسان ہی ہو، جسے وہ چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، اور آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اللہ کی ملکیت ہے، اور اس کی طرف لوٹنا ہے)

نیز ارشاد فرمایا:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبۃ:31)

(انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا، حالانکہ انہیں صرف ایک معبود (برحق) کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ جس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں ہے، وہ پاک ہے ان شریکوں سے جو یہ مقرر کررہے ہیں)

جس وقت آپ ﷺ یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے آپ کے پاس عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ آئے (جو پہلے نصرانی تھے) اور کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! ہم ان کی عبادت نہیں کرتے تھے:

”أَلَيْسُوايُحِلُّون مَا حَرَّمَ اللهُ، فَتُحِلُّونَه، وَ يُحَرِّمُونَ مَا أَحَلَّ اللهُ فَتُحَرِّمُونَه؟ قَالَ : بَلَى، قَالَ: فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ“[34]

---

[34] کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اسے امام الترمذی نے اپنی سنن 3095 میں روایت کیا اور شیخ البانی نے صحیح الترمذی میں اسے حسن قرار دیا

(کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالی کی حرام کردہ چیز کو حلال قرار دیتے تھے تو تم بھی اسے حلال سمجھتے تھے، اور اسی طرح سے اللہ تعالی کی حلال کردہ چیز کو حرام قرار دیتے تھے تو تم بھی اسے حرام سمجھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں (ایسا تو کرتے تھے)، آپ ﷺ نے فرمایا: یہی تو ان کی عبادت کرنا ہے)۔

یہودونصاریٰ کے تعلق سے اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

(التوبۃ:34)

(اے ایمان والو! بے شک بہت سے علماء اور درویش لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تم انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو)

رسول اللہ ﷺ کی وفات اس عالم میں ہوئی کہ آپ یہودونصاریٰ پر ان کے عقائد کے بگاڑ کی وجہ سے لعنت بھیج رہے تھے، لہذا آپ فرمارہے تھے کہ:

"لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ"[35]

(یہودونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنالیا)۔

قرآن کریم کی کئی آیتیں اور بے شمار احادیث یہودونصاریٰ کے عقیدے اور اخلاقی بگاڑ کے متعلق وارد ہیں۔ لیکن ایک بھی آیت ان نصرانی بادشاہوں اور حکام کی خباثت اور شر کی مذمت میں نہیں ملتی جو مبارک عہد نبوی ﷺ میں موجود تھے۔

تو پھر اسلامی دعوت اس منہج اور نکتہ نظر پر ہی کیوں چلتی ہے؟

ہے۔

35 تخریج گزر چکی ہے۔

کیونکہ بے شک یہی دعوت الی اللہ کا صحیح منہج ہے، اور اس لیے کہ دینی منحرف لوگوں کی لیڈری و سربراہی سیاسی منحرف لیڈروں سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ کیوں کہ دینی سربراہ لوگوں کا اعتماد، محبت اور دوستی حاصل کر لیتے ہیں اور لوگ نہایت ادب اور محبت سے ان کی طرف جھکتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ جب دینی سربراہ دین سے برگشتہ ہوں گے تو لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکادیں گے اور ان کی رہنمائی اللہ کے غضب اور جہنم کی آگ کی طرف کریں گے۔ بلکہ خود یہ سیاسی سربراہ بھی انہیں کے آگے سرنگوں ہوتے ہیں، اب یہ یہودی ہے تو وہ اپنی دینی قیادت کے آگے جھکا ہوا ہے، اور یہ نصرانی ہے تو وہ اپنی، اسی طرح سے جو اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں ان میں بھی فلاں شیعہ ہے تو دوسرا معتزلی، اور یہ اشعری ہے تو وہ خارجی اور کوئی صوفی اور تو کوئی فلاں فلاں (اپنے مشائخ، پیرو مرشد کے مطیع و فرمانبردار ہیں)۔۔۔

پس منحرف دینی قیادتوں نے اس امت کے عقائد، اخلاق، عبادات اور ثقافت کو بگاڑ دیا ہے اور دین کو بری طرح نقصان پہنچایا ہے۔ پھر ہم کیوں ان کے خوشامدی ہوں اور ان کے فساد کو کم تر جانیں۔ جب کہ وہی ہر فساد کی جڑ ہیں ؟!!

لہٰذا ان میں آپ کو شیعہ اور روافض اور ان کے فرقے ملیں گے، جن کے زیرِ سایہ زندیق اور ملحد پرورش پا رہے ہیں۔

یہاں آپ کو تصوّف کے بڑے بڑے پیرو مرشد اور ان کے بہت سے سلسلے اور گمراہ کن افکار ملیں جیسے وحدۃ الوجود، وحدۃ الادیان اور حلول، شرکیات و بدعات اور ایسے گمراہ افکار کے جن کی کوئی حد نہیں۔

اور یہیں خوارج، معتزلہ، مرجئہ اور جبریہ کے امام ملیں گے، جنہوں نے امت کو طوفان کے ایسے بھنور میں پھنسا دیا ہے جس کا انجام اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور عام مسلمان ان کے ہاتھ میں مہرے بنے ہوئے ہیں، ان افکار کے حاملین ان کو اس طرح اپنے مقاصد کی طرف بہا کر لے جا رہے ہیں جیسے کہ سیلاب تنکوں کو بہالے جاتا ہے۔

جو شخص سخت سنجیدگی، اخلاص اور سچائی کے ساتھ مسلمانوں کے حالات کی اصلاح کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ب انبیاء کرام علیہم السلام کے راستے اور ان کے منہج پر چلے جن میں سر فہرست خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جس کی نشان دہی اور وضاحت ہم نے متعدد مقامات پر تفصیل کے ساتھ کی ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (یوسف:108)

(تم کہہ دو: یہ میرا راستہ ہے، میں اور میری اتباع کرنے والے اللہ کی طرف بصیرت سے بلاتے ہیں اور اللہ کی ذات پاک ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں)

اور میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو بھی اس منہج سے نوجوانوں اور داعیان کو منحرف کرتا ہے ان کے بارے میں بہتر سے بہتر گمان بھی یہ ہو سکتا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے منہج اور ان کی دعوت سے یکسر بے خبر ہے، چاہے اس کی دعوت سیاسی ہو یا صوفی ازم وغیرہ کی۔ ورنہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تو ہمیں ایسی روشن راہ پر چھوڑا ہے جس سے وہی منحرف ہو سکتا ہے جس کی بربادی مقدر ہو۔

جو لوگوں کو یہ تصور دیتا ہے کہ شر وفساد کا منبع صرف حکام ہیں وہ قرآن کریم، سنت نبوی اور اسلامی وانسانی تاریخ کے بیان کا مخالف ہے۔ گویا وہ انبیاء کرام علیہم السلام سے چھوٹے ہوئے امورِ خیر (نعوذ باللہ، انبیاء علیہم السلام سے خیر کا کوئی بھی پہلو نہیں چھوٹا) کو منظر عام پر لا رہا ہے، خصوصاً جب مبلغین کا طبقہ اپنی ساری توانائیوں کو صرف سیاسی میدان میں لگا دے۔

فساد اور بگاڑ کا اصلی منبع وہی ہے، جو اللہ تعالی نے اپنے پیغمبروں کی زبانی بتلایا ہے اور اس کے خاتمہ کے لئے طریقہ و منہج متعین کیا ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ اسی کے تابع ہے۔ داعی الی اللہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسے سمجھے، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی رکاب تھام لے۔

کہتے ہیں یہاں مشنریز ہیں، کمیونسٹ ہیں، صیہونی ہیں، استعماری طاقتیں ہیں اس لیے ہمیں چاہیے کہ مسلمان جس حال میں ہیں انہیں چھوڑ دیں اور اپنی تمام تر قوت کو ہر طرف سے گھیرے ان خطرات کی طرف مبذول کر دینا چاہیے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ان چیزوں کا بالکل مقابلہ کریں اور جو کچھ قوت اللہ نے دی ہے سب لگائیں اس پر، اللہ تعالی آپ کی جدوجہد میں برکت دے، اور ہم اللہ کی قسم! آپ کے ساتھ ہیں مگر اس بنیاد پر کہ یہ چیز ہمیں مسلمانوں کے عقائد و اخلاق کی اصلاح سے غافل نہ کریں۔ کیونکہ اگر ہم انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے عقائد و مناہج مسلمانوں کی عقلوں اور نفسوں میں راسخ کریں گے تو ہم ان خبیث قوتوں خواہ کمیونسٹ ہوں یا مشنریز وغیرہ کے ناپاک عزائم کے سدباب کے لیے سب سے عظیم رکاوٹ ڈال دیں گے۔ بلکہ عنقریب خود مسلمان ان قوتوں کے خلاف حملہ آور ہوں گے۔ لیکن اگر ہم انہیں یونہی مریض چھوڑ دیں گے کہ ان کے عقائد یونہی غیر پختہ رہیں تو پھر ہم ان قوتوں کے مقابلے میں جتنی بھی جدوجہد کرلیں اس کے باوجود یہ بآسانی ان مریضوں اور عقائد میں ناپختہ

لوگوں کی بہت ہی بڑی تعداد کی عقلوں میں اپنا زہر گھولتے جائیں گے۔ کیونکہ ہم نے ان کا تحفظ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے عقائد و منہج کے ذریعے نہیں کیا۔

اور جو ان قوتوں کے حملوں سے بچ بھی گیا تو وہ بھی یقیناً منہج الانبیاء کے علاوہ کسی منہج پر مرے گا، اور پھر اس صورت میں اللہ تعالی کے سامنے کون اس کا جوابدہ ہوگا۔

یہ استاد مودودی کے اور اس قسم کا فکری رجحان رکھنے والوں کے افکار کے چند نمونے تھے جس پر مشرق و مغرب کے بہت سے لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی نظر میں اسلام کا خلاصہ اور اس کا آخری مقصد یہی ہے، جس کے لئے یہ حضرات جدوجہد کر رہے ہیں اور اسی راستے میں قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔

استاد مودودی اور ان جیسوں کے افکار نے جس سوچ کو جنم دیا اسے پروان چڑھانے میں بعض اسلام پسند مصنفین نے بھی اپنا حصہ ڈالا ہے جیسے استاد عبدالقادر عودہ جو کہتے ہیں:

"اسلامی احکام دین و دنیا دونوں کے لئے بنائے گئے ہیں، اسلام نے جو احکام ہمیں عطا کئے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

1- وہ جن سے دین قائم کیا جائے، وہ عقائد اور عبادات کے احکام پر مشتمل ہے۔

2- وہ احکام جن سے ریاست اور جماعت کو منظم کیا جائے اور یہ افراد و جماعت کے باہمی تعلقات کی تنظیم ہے۔ اور یہ احکام، معاملات، عقوبات (سزاؤں) شخصی، دستوری اور ریاستی اور آخر تک جو حالات ہوتے ہیں ان پر مشتمل ہے۔

اسلام دین اور دنیا میں امتزاج پیدا کرتا ہے۔ مسجد کا ریاست سے تعلق پیدا کرتا ہے، اسلام دین بھی اور حکومت بھی، عبادت بھی ہے اور قیادت بھی، دین جیسا اسلام کا ایک حصہ ہے اسی طرح اس کا دوسرا بلکہ اہم حصہ حکومت ہے"!!![36]

یہ کلام تو بہت خطرناک اور دقت نظر سے بعید تر ہے۔

---

[36] "الاسلام بين جهل ابنائه وعجز علمائه" (اسلام اپنے فرزندان کی جہالت اور علماء کی عاجزی کے مابین) ص180 س کتاب کو سعودی مذہبی امور کے حکومتی ادارے وزارة البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد نے اس غلطی پر متنبہ ہوئے بغیر شائع کر دیا تھا۔

کہاں ہیں اس دعوے کے حق میں ان کے دلائل وبراہین صریحہ کہ حکومت توحید اور اس کی تینوں اقسام توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات سے بھی اہم ہے، اور ارکان ایمان یعنی اللہ تعالی پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لانے سے اہم تر ہے۔

اور یہ کہ ارکان اسلام شہادتین "شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمد رسول الله"، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے، حج بیت اللہ الحرام اور تمام عبادات، اذکار وادعیہ سے اہم تر ہے۔

حکومت تو حقوق اسلام میں سے ایک حق اور واجبات اسلام میں سے ایک واجب ہے۔ پھر اگر ان کی مراد حکومت کرنے والے افراد ہیں تو وہ اسلام کا جزء نہیں کہلا سکتے۔ لیکن اگر ان کی مراد اس سے وہ اسلامی نصوص ہیں جن کی حکومت تطبیق وتنفیذ کرتی ہے تو وہ واقعی اسلام کا جزء ہیں مگر وہ اس کی مثال میں فروعی امور سے متعلقہ نصوص بیان کررہے ہیں جیسے معاملات، عقوبات (حدود) اور شخصی احوال وغیرہ۔

یعنی وہ اساسیات واصولوں کی مثال بیان کرنے کے بجائے بعض فروعات کو بیان کررہے ہیں۔ یہ بالکل بھی جائز نہیں کہ کوئی مسلمان یہ کہے یا اعتقاد رکھے کہ یہ جزئیات اسلام میں سے اہم ترین امور ہیں، حالانکہ رسول کریم ﷺ اور قرآن عظیم نے ارکان دین وارکان اسلام واضح کردیے ہیں اور اس بیان میں صراحتاً یا اشارۃً کہیں نہیں ہے کہ حکومت اسلام کا اہم ترین جزء ہے۔

بہرحال اس قسم کی عبارات سیاسی پہلو کے بارے میں غلو اور اس سے اہم ترین پہلو یعنی ایک اللہ کی خالص عبادت کی دعوت اور شرک وبدعات کے خلاف جنگ اور اسلام کے دیگر پہلوؤں کے بارے میں کوتاہی ولاپرواہی پر منتج ہوتی ہیں۔

سید قطب رحمہ اللہ کا راز

مسلم دانشوروں نے عموماً اور اس نکتۂ نظر کے بھی بعض قائدین نے اس نقصان کا ادراک کرلیا جو سیاسی پہلو کے اہتمام کے غُلو نے نوجوانوں کے عقائد کو، دعوت الی اللہ کو اور خود نوجوانوں کو پہنچایا۔

اسی لئے انہیں نصیحت کی، جن میں سے ایک سید قطب رحمہ اللہ بھی ہیں[37]، کہتے ہیں:

1-"اخوان المسلمون کی تحریک پر طویل غور و فکر اور موجودہ تحریک کا اسلام کی پہلی تحریک سے موازنہ کرنے کے بعد مجھ پر یہ واضح ہو گیا کہ آج کی تحریک انہیں حالات کا مقابلہ کر رہی ہے جن سے ابتدائے اسلام کے وقت انسانی معاشرہ دوچار تھا، یعنی اسلامی عقائد کی حقیقت سے جہالت، اسلامی اخلاق سے دوری، ناکہ صرف اسلامی اور شرعی نظام سے دوری۔ اس دور میں ایسی طاقتور صیہونی و صلیبی استعماری طاقتیں وجود میں آگئی ہیں جو اپنی تمام کوششوں کے ساتھ اسلامی دعوت سے برسرِ پیکار ہیں اور اسے مٹانے کے لئے کام کر رہی ہیں، ایسی تنظیمیں مقامی نظاموں اور اپنی خفیہ تدبیروں کے ذریعے جو ان کے اغراض کو بروئے کار لانے میں معاون ہیں کام کر رہی ہیں۔

اور ادھر اکثر اسلامی تحریکوں نے محدود علاقائی و سیاسی تحریک کا روپ دھار کر اسی میں اپنے آپ کو ڈبو دیا ہے۔ جیسے حکومت کے کسی معاہدے کی مخالفت، یا مخالفت پر موافقت، یا کسی پارٹی کی مخالفت یا الیکشن میں کسی امیدوار کے خلاف پروپگنڈہ یا انہوں نے حکومت سے اسلامی شرعی نظام کے مطالبہ کرنے کی حد تک ہی اپنے آپ کو مشغول رکھا ہے، جب کہ عالم یہ ہے کہ سارے کا سارا معاشرہ عقیدے کے مفہوم، ایمانی غیرت اور اسلامی اخلاق سے کوسوں دور ہے۔ ایسے حالات میں اسلامی تحریکوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس قاعدے سے ابتداء کریں کہ لوگوں کے دل و نظر میں اسلامی عقیدے کے مفہوم کو زندہ کریں اور اس دعوت کے صحیح مفہوم کو قبول کرنے والوں کی صحیح اسلامی تربیت کریں۔ موجودہ سیاسی جھمیلوں میں اپنا وقت برباد نہ کریں اور اس سے پہلے کہ خود معاشرہ اسلامی نظام کی حقیقت کو جان کر اسے دلی طور پر حاکم تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو وہ خود اس کا مطالبہ نہ کریں، اسلامی نظام کو اقتدار پر قبضہ کر کے حاصل کرنے کا خیال دل سے نکال دیں۔۔۔ کیوں کہ اسلامی نظام اور اللہ کی حاکمیت یہ جلد حاصل ہونے والا مقصد نہیں ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سارا معاشرہ یا کم از کم ایسے نیک لوگ جو باوزن اور جن کی حیثیت ثقہ ہو کا ایک بڑا گروہ زندگی کے ہر معاملے میں صحیح اسلامی عقیدے[38] کے مفہوم کو اپنے اوپر نافذ کر لے،

---

[37]جريدة المسلمون الدوليَّة ((المسلمون))، السنة الأولى العدد الثالث، الصادر في يوم السبت الموافق 4/جمادى الآخرة/1405هـ، (ص:6)، سلسلة مقالات کے تحت عنوان میں سے ایک حلقہ بعنوان "لماذا أعدموني" (مجھے کیوں پھانسی دیتے ہو)، جو کہ اسی نام کے ساتھ ایک مستقل کتاب کی صورت میں طبع ہو چکا ہے "لماذا أعدموني"، ملاحظہ ہو اس کا (ص:28)۔

[38]سید قطب کے اس قول "صحیح عقیدہ" سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے حالانکہ وہ اسے اکثر استعمال کرتا ہے مگر اس کی اس سے مراد مختلف عقائد پر

اسلامی نظام کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی اقدار پر ان کی صحیح اسلامی تربیت ہو چاہے یہ کام کس قدر ہی سست رفتاری سے کیوں نہ سرانجام پائے اور کتنا ہی عرصہ کیوں نہ لے۔

ان حالات میں مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہر نوجوان اور قیدی (جو ان کے ساتھ قید کئے گئے تھے) کو نہایت حزم واحتیاط سے اسلامی شرعی نظام کی تفصیلات پر بحث سے پہلے اسلامی عقائد کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے زور دوں اور انہیں اپنی توانائیوں کو بلادِ اسلامیہ کی موجودہ سیاست میں جھونکنے سے روکوں، تاکہ معاشرہ کی بڑی تعداد کی بھرپور صحیح اسلامی تربیت ہو جائے۔

اس کے بعد فطری طور پر دوسرے مرحلے میں معاشرہ کی تربیت ہوگی۔ کیوں کہ تمام انسانی معاشروں، بشمول اسلامی ممالک کے معاشروں کی حالت کافی حد تک یا بالکل ہی زمانۂ جاہلیت کے معاشروں کی طرح ہے[39]۔ اس لئے ان کی اصلاح عقائد اور اخلاق سے شروع کی جائے نہ کہ شریعت اور نظامِ حکومت کے مطالبے سے۔

اس لئے آج ہر تحریک کو اسی نکتۂ آغاز سے اپنی دعوت شروع کرنی چاہیئے، جس سے کہ اسلام نے شروع کی ہے اور ہو بہو انہیں خطوط پر دعوت کو استوار کیا جائے البتہ بعض موجودہ حالات کی مراعات برتی جاسکتی ہیں"[40]۔

یہ سید قطب کی وہ اچھی باتیں تھیں جس میں وہ حق بجانب تھے کہ جو انہوں نے سیاسی انہماک سے اپنے رجوع کے متعلق لکھی تھیں، لیکن افسوس کہ سید قطب اور ان جیسے دیگر لوگوں نے اپنے عقیدے اور فکر کی غلطیوں سے رجوع نہیں کیا، جو اب تک برابر پڑھی اور پڑھائی جارہی ہیں۔۔۔ یہ تمام باتیں ہم سے یہ تقاضہ کرتی ہیں کہ ہم سید قطب کے عقیدے اور فکر کی لغزشوں کی نشاندہی کریں۔ اللہ نے توفیق دی تو ہم اس پر ایک خاص تحقیق شائع کریں گے[41]۔

مبنی مخلوط عقیدہ ہوتا ہے نا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ۔

39 اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید قطب اب بھی اسی بات پر مصر تھے جو انہوں نے اپنی تفسیر "فی ظلال القرآن"، "معالم فی الطریق" اور "العدالة الاجتماعية" میں بیان کیا ہے کہ موجودہ اسلامی معاشرے قبل از اسلام جاہلیت کے معاشرے ہیں جن کی شریعت واسلام کو اسلام قبول نہیں کرتا۔ ہم نے ان کا کلام محض اس اعتبار سے نقل کیا ہے کہ وہ بھی آخر کار اسی نتیجے پر پہنچے کہ سیاست میں انہماک نوجوانان اسلام کے لئے نقصان دہ ہے فائدہ مند نہیں۔

40 لماذا أعدموني (ص:6-7) جریدے میں سے اور (ص:34، 30، 29، 28) کتاب میں سے۔

41 اللہ تعالی نے اس کی طباعت کی آسانی فرمائی جس کا نام میں نے "اضواء اسلامية على عقيدة سيد قطب وفكره" رکھا، اسی طرح سے اللہ تعالی

استاد عمر تلمسانی رحمہ اللہ علیہ کا اقرار

استاد عمر التلمسانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ نوجوانوں کے سیاسی پہلو میں انہماک اور دیگر اسلامی پہلوؤں سے عدمِ رغبت نے انہیں دکھ پہنچایا ہے: "۔۔۔اب جب کہ یہ سطور اس اسّی کی دھائی کے شروع میں افسوس کے ساتھ لکھ رہا ہوں، ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر اسلامی میدان میں کام کرنے والے نوجوانوں کی ساری تگ ودو صرف سیاسی پہلو پر ہی مرکوز ہو جائے، جس نے انہیں کچھ فائدہ تو ضرور دیا لیکن بے شمار نقصان پہنچایا ہے، گویا کہ ان کی نظر میں دعوت الی اللہ میں صرف اور صرف سیاسی پہلو ہی داخل ہے!!!۔۔۔"۔

پھر آپ ان اسباب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں جو نوجوانوں کی سیاسی انہماک کا باعث بنے:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ متواتر رونما ہونے والے سیاسی واقعات اور حکومت کے ان سے نپٹنے کے متواتر غلط اقدامات نے مصری سطح پر مسلم نوجوانوں کو یہاں تک برانگیختہ کر دیا ہے کہ وہ حالاتِ حاضرہ پر کھل کر رائے زنی کریں اور امراض کے علاج کے لئے کوشاں ہوں جو حکومت کے غلط اقدامات کی وجہ سے ملک کو لاحق ہو چکے ہیں، پھر یہ جنون کچھ یہاں تک بڑھا کہ جو شخص یونیورسٹی کے طلبہ کو ملک کے داخلی اور خارجی سیاست پر رائے زنی سے احترازو پرہیز کا مشورہ دے گا تو ایسا محسوس کیا جانے لگا کہ وہ انہیں ان کے ایک فطری حق سے محروم کر رہا ہے۔۔۔"۔

پھر کہتے ہیں:

"لیکن میں ان موجودہ حالات میں یونیورسٹی سطح کے طلبہ کا اس زاویے سے مؤاخذہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اپنی ساری تگ ودو اور محنتوں کو سیاسی پہلو پر ان طریقوں سے لگا دیا ہے جسے میں ان کے لئے صحیح نہیں سمجھتا، یہاں تک کہ ان کی حالت یہ ہو گئی ہے کہ وہ ازہر یونیورسٹی ہو یا کوئی دوسری یونیورسٹی یا کسی دوسری جگہ کوئی بھی کانفرنس کریں گے تو صرف سیاسی مقاصد کے لئے ہی کریں گے۔ لیکن کاش ان کی کانفرنس میں موضوع کبھی خود ان کی اپنی ذات بھی ہو، اس بات کو سمجھنا اور

نے سید قطب کی گمراہیوں کے بیان پر دیگر کتب بھی تالیف کرنے کی توفیق عنایت فرمائی جیسے: "مطاعن سید قطب فی اصحاب رسول اللہ"، "الحد الفاصل بین الحق والباطل" اور "العوصم مما فی کتب سید قطب من القواصم"۔

خود کا اسے پابند بنانا ان پر واجب ہے۔۔۔“[42]

استاد تلمسانی نے بجا طور پر سیاسی پہلو میں غلو پر اپنی ناراضی کا اظہار فرمایا ہے، لیکن انہوں نے اس غلو کے اسباب بیان کرنے میں کوتاہی سے کام لیا ہے۔

بے شک آپ نے چند اسباب ذکر کئے ہیں، لیکن مذکورہ اسباب کے علاوہ کچھ طاقتور اور اہم اسباب ہیں جن کا نوجوانوں کی عقل اور اذہان پر گہرا اثر ہے۔ اور وہ، وہ سیاسی افکار ہیں جن پر ان کی تربیت ہوئی، جیسے مودودی اور اس نکتہ نظر کے دیگر قائدین کے افکار، جن پر ہم نے گذشتہ اوراق میں مؤاخذہ کیا ہے، یہ تو ان کی کتابوں اور اقوال سے اخذ کردہ صرف چند نمونے ہیں ورنہ تو بہت کچھ مؤاخذات پائے جاتے ہیں۔

اگرچہ جب اس تحریک کے بعض سربراہوں نے نوجوانوں کی سیاست سے اس قدر دلچسپی اور غلو کو محسوس کیا، بقول استاد تلمسانی:

”انہوں نے اپنی ساری تگ و دو اور امکانیات کو سیاسی پہلو پر ان طریقوں سے لگایا ہے جنہیں وہ صحیح نہیں سمجھتے“۔ تو پھر یہ قائدین ان نوجوانوں پر رحم کرتے ہوئے ان کی تربیت کے منہج اور خطرناک سیاسی افکار پر نظرِ ثانی کیوں نہیں کرتے؟ اور ان افکار کا کتاب و سنت کی روشنی میں حاضر دماغی کے ساتھ کیوں نہیں جائزہ لیا جاتا۔ جو کتاب و سنت کے موافق ہیں انہیں برقرار رکھ کر، جو ان دونوں کے موافق نہیں، انہیں کیوں نہیں چھوڑا جاتا۔

صحیح عقیدہ پر امت کی تربیت ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اسی قاعدے کو نکتۂ آغاز بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ امتِ اسلامیہ اور اس کے مبلغین و دعاۃ کو انبیاء کرام علیہم السلام کے طریقے کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، جس میں ان کی سعادت اور سیادت دونوں موجود ہے۔

خاتمۂ کتاب

---

[42] الموهوب استاذ الجيل:90۔

اس کتاب کے خاتمہ پر میں کہوں گا کہ:

بے شک میں حاکمیت الٰہی پر پختہ ایمان رکھتا ہوں کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے۔ اور میں اس کی حاکمیت پر پوری شمولیت کے ساتھ ایمان رکھتا ہوں کہ تمام افراد، جماعتیں، حکمران اور مبلغین اس کی حاکمیت کے آگے جھک جائیں۔

اور اس پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ جو اپنی دعوت، عقیدے اور حکومت میں اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق عمل نہیں کرتے وہی کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جیسا کہ سلف صالحین نے سمجھا ہے، نہ کہ ان افراط و تفریط کرنے والوں نے جس طرح سمجھا ہے۔ اور میں افسوس کے ساتھ ہر ایسے سے دوری کا اعلان کرتا ہوں جو کہ اللہ کی حاکمیت کو کسی ایک خاص پہلو پر مرکوز کر دے، یا انبیاء کرام علیہم السلام کے حکمت سے بھرپور واضح منہج کی مخالفت کرے، یا اصول کو چھوڑ کر فروع سے اپنی دعوت کا آغاز کرے، یا وسائل کو مقاصد قرار دے، یا ان حقیقی مقاصد کی شان گھٹائے یا انہیں مؤخر کرے جن پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام لگاتار پے در پے چلتے ہوئے آئے ہیں۔

اور عاجزی کے ہاتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور پھیلاتے ہوئے یہ دعاء کرتا ہوں کہ وہ تمام مسلمانوں کو خواہ عوام ہوں یا حکمران یا مبلغین وداعیان کو اپنے تمام عقائد اور اخلاقی، اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی معاملات میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ماننے کی توفیق عطا فرمائے، حق پر ان کے کلمے اور صفوں کو متحد کرے، انہیں نفسانی خواہشات اور روحانی بیماریوں سے بچائے جن کی وجہ سے ان کی صفوں میں انتشار پھیلا ہے اور وحدت پارہ پارہ ہوگئی ہے۔ بے شک میرا رب دعاء سننے والا ہے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه.

تصدیق نامہ

مندرجہ بالا مواد توحیدِ خالص ڈاٹ کام کی جانب سے نظر ثانی کیا گیا ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کتاب وسنت اور فہم سلف صالحین کے مخالف کوئی بات مندرج نہیں۔ آپ اگر ٹائپنگ وغیرہ میں کوئی بھی غلطی محسوس کریں تو ضرور مطلع فرمائیں۔ اسی طرح سے اگر ترجمے میں کسی بھی قسم کی غلطی، تضاد، نقص یا ابہام پائیں، یا پھر اصل عربی متن کے مقتضی کے خلاف کوئی اور معنی ومفہوم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہو، یا پھر تیار کردہ مواد میں کوئی بھی بات قرآن وسنت اور فہم سلف صالحین کے خلاف ہو تو ضرور ہمیں مطلع فرمائیں

info@tawheedekhaalis.com اور براہ مہربانی غلطی کی نشاندہی مکمل حوالے کے ساتھ کی جائے تاکہ فوری اصلاح ممکن ہو۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ہم میں سے کوئی آپ کے دینی مسائل کا جواب یا فتوی دینے کا مجاز نہیں بلکہ اس سلسلے میں علماء کرام سے براہ راست رابطہ کیا جائے۔ البتہ اگر آپ کے پاس کوئی مفید تجاویز ہوں تو ہم اس پر ضرور غور کریں گے۔